


# حیاتِ صالح

یعنی

## سوانح عمری نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم

## صاحب قران ثانی شاہجہان بادشاہ نور اللہ مرقدہما

مؤلفہ

محمد سعید احمد مارہروی

مؤلف حیات خسرو و آثار اکبری وغیرہ

۱۹۰۶ء

# وکیل ٹریڈنگ کمپنی کی نوطبع وجدید کتب

## الاسلام

جب بچہ اردو لکھنے پڑھنے پر قادر ہو جائے۔ تو سب سے پہلے جو کتاب اسکو پڑھانی چاہئے وہ الاسلام ہے۔ یہ اسلام کے عقائد ضروریہ میں ایک نہایت ضروری اور بہترین کتاب ہے ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے مذہب کے عقائد سے واقف ہونا اور انکو خدا اور رسول خدا صلعم کے ارشاد کے مطابق درست رکھنا چاہئے اگر عقائد درست نہیں تو اعمال برباد ہیں۔ یہ کتاب خاص اسی غرض سے تالیف ہوئی ہے اور علمائے کرام نے اس کو بہت پسند فرمایا ہے بچوں کی سمجھ کے مطابق جیسا عمدہ بیان اس کتاب میں ہے یقیناً کسی کتاب میں نہیں۔ بعض اسلامی ریاستوں اور انجمنوں میں اس کی خوبیوں نے اسکو داخل نصاب مذہبی کرا دیا ہے۔ اگر آپ اپنے بچوں کو صحیح الاعتقاد مسلمان بنانا چاہتے ہیں تو یہ کتاب ان کو ضرور پڑھوائیے۔ مصنفہ مولوی فتح محمد خانصاحب جالندھری۔ ۸ر

## اسلام کی دنیوی برکتیں

نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب بہادر مرحوم کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ جو اعتراضات غیر مذہب کی طرف سے اسلام پر کئے جاتے ہیں اُن کا واقعات اور حکیمانہ استدلال سے نہایت متین اور مہذب جواب ہے مولوی چراغ علی دل و دماغ کے لحاظ سے ان شخصوں میں سے تھے جنھیں قدرت روز پیدا نہیں کرتی جو اسلوب بیان اس رسالہ میں اختیار کیا گیا ہے وہ اردو لٹریچر میں السابقون الاولون کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت ۸ر

## آثار خیر

یہ کتاب باعتبار مضمون بالکل نئی طرز کی کتاب ہے جس کی تدوین کا فخر منشی سعید احمد صاحب مارہروی کو حاصل ہے۔ اکثر ناواقف کہا کرتے ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے کوئی کام اس ملک

# فہرست مضامین حیات صالح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ الطاہرین الطیبین وازواجہ المطہرات امہات المومنین وخلفائہ الراشدین المہدیین الہادیین وسائر الصحابۃ ائمۃ الدین اجمعین

ز لافِ حمد ونعت اولیٰ ست بر خاکِ ادب خفتن
سجودے مے تواں کردن درودے مے تواں گفتن

نواب صدیق حسن خان مرحوم

معزز ناظرین!

مشاہیر اسلام کے کسبِ علوم اور علمی قدر دانی اور کمال پروری اور

سخاوت و شجاعت و دیانت و امانت اور عدل و انصاف غرضکہ جملہ اوصافِ حمیدہ و خصائلِ پسندیدہ کے حیرت انگیز واقعات سے ہماری عربی و فارسی کے تذکروں اور تاریخوں کے اوراق بہ کمالِ آب و تاب مزین و مرصع ہیں۔ مگر افسوس اور سخت افسوس ہے کہ ملکِ ہند کے پانچ چھ کروڑ مسلمانوں میں سے ایک بھی اِن بیش بہا اور اعجوبۂ روزگار جواہرات سے مستفیض نہیں ہوسکتا جس کی وجہ سے بڑے بڑے مشاہیرِ اسلام جن پر کسی زمانے میں مشرقی دنیا کو ناز تھا آج کس بیکسی کی حالت میں پڑے ہیں اور اُن اصحابِ کمال کا جو کسی طرح مغربی اہلِ کمال سے کم نہ تھے آج کوئی نام بھی نہیں جانتا۔ کسی استاد نے خوب کہا ہے۔

جن کے نقشِ پا کو رکھتی تھی زمیں سر پر بہ فخر
تربتوں میں خاک آلودہ ہیں وہ عالی گہر
نام اُن کا کوئی اب بھولے سے بھی لیتا نہیں
جن کے دروازوں پہ ڈنکا بجتا تھا شام و سحر
تھا مگس کا بیٹھنا بھی تن پہ جن کو ناگوار
فرق پر جن کے ہلایا کرتے تھے خادم چنور
خاک میں مِل کر رہے افسوس وہ عالی دماغ
اب نشانِ قبر بھی اُن کے نہیں آتے نظر

جناب سر سید احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بیشک آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "وہ قوم نہایت بد نصیب ہے جس کی گذشتہ

زمانے کی تاریخ قابل یاد رکھنے کے ہو اور اُس کو یاد نہ ہو ا اور وہ قوم نہایت خوش نصیب ہے جس کی گذشتہ زمانے کی تاریخ یاد رکھنے کے قابل ہو اور اُس نے اُسے یاد بھی رکھا ہو۔"

کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ ہماری قومی اور ملکی زبان اُردو میں انگلستان کے ناول نویس مسٹر رینولڈس کی سوانح عمری تو ہو مگر بڑے بڑے اہلِ کمال اور صاحبِ تصانیف مشاہیر اسلام کے حالات محض تاریکی میں پڑے ہوں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

تصنیف و تالیف اور خصوصاً سوانح عمری لکھنا کوئی معمولی اور آسان کام نہیں ہے کہ ہر شخص اِس دشوار گذار راستہ کو طے کر جائے یہ عالیشان کام اُنہیں بزرگوں کا ہے جن کو خدا نے علم کی دولت سے مالامال کیا ہے۔ عقل دی ہے۔ اور وہ تاریخی معلومات سے مستغنی ہیں۔ اِدھر میری استعداد علمی اور واقفیت تاریخی مبتدیانہ بھی نہیں۔ بلکہ اِس کوچے سے ناآشنائے محض ہوں۔ نہ مجھے نہ مصنف ہونے کا دعوےٰ نہ مؤلف بننے کا خیال ہے۔ صرف اس خیال نے مجھ کو اِس قومی خدمت پر کمربستہ اور متوجہ کیا ہے کہ جب ہماری قوم کے اہلِ علم اور صاحبِ کمال لوگ قومی ہیروز کی سوانح عمریوں کو اِس بے ترتیبی کی حالت میں ملاحظہ فرمائیں گے تو شاید اُن کے عالی دماغ اپنے ہاں کے مشاہیر کی نہایت دل آویز تصویر کو اِس بدنمائی سے دیکھنا پسند نہ کریں گے جیسی کہ میری یہ ناچیز تحریر ہے۔ اور خود اِس طرف

متوجہ ہوکر اِس قومی خدمت کے ادا کرنے پر کمر ہمت چست باندھ لینگے۔

ہماری قومی زبانِ اُردو نے جس مبارک عہد میں جنم لیا ہے میں نے سب سے پہلے اُسی عہد کے بڑے صاحبِ کمال اور ہندوستان کے ہر دل عزیز بادشاہ شاہ جہاں کے مشہور و معروف اور نیک نام وزیر صاحب السیف و القلم علامی فہامی جملۃ الملک **سعد اللہ خاں** کو منتخب کیا۔ اور اِس فاضل اور مدبر ملک کے حالات زندگی کو قلمبند کر کے **حیات صالح** کے نام سے موسوم کیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ حیات صالح کے مطالعہ سے قوم میں عمدہ تحریک پیدا ہوگی اور تا یوم قیام اِس خوش تدبیر اور نیک نام وزیر کی یادگاری نہایت عزت و ادب سے صفحہ روزگار پر قائم رہے گی۔

میں نہایت صدق دل سے اِس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ ہر چند اپنی بساط کے مطابق اکثر فارسی و اُردو کے خوش نما باغوں کی سیر کر کے اور اُن سے خوب صورت پھول پتیوں کو چن کر اِس گلدستہ کو مرتب کیا گیا ہے مگر اِس میں شک نہیں کہ یہ کام جیسا کہ ہونا چاہئے تھا میری بے بضاعتی اور کم علمی کی وجہ سے نہ ہوسکا اور نہ مجھے اس پر بالکل بھروسا اور اطمینان نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے صاحب کمال کی سوانح عمری لکھنا مجھ سے ہیچمدان کا کام نہ تھا۔

اے میرے مولیٰ اے میرے کارساز میں نہایت خلوصِ دل سے تیری بارگاہِ عالی میں دست بدعا ہوں کہ مجھ بدترین گنہ گار پریشان روزگار کا انجام بخیر کر۔ اور اِن پراگندہ اوراق کو قبولیت کا درجہ عطا فرما۔ اور اِس ناچیز

کتاب کے پڑھنے والوں کے دلوں میں اِس نیک نام وزیر کے اوصافِ
حمیدہ سے عمدہ تحریک پیدا کر۔ اور اُن کو علم و ہنر و عقل و نیک بختی اور
ظاہر و باطن کی خوبیوں سے مالامال کر۔ آمین ثم آمین۔

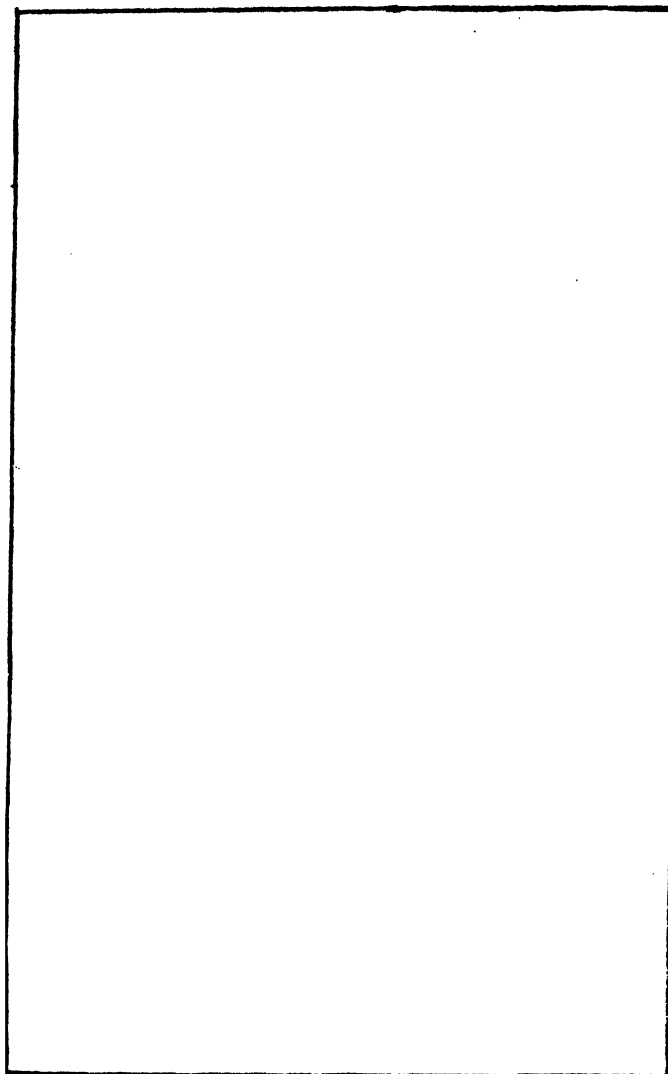
ناظرین کی خدمت میں بصد عجز التجا ہے کہ اگر اس ناچیز کتاب میں
کوئی خوبی دیکھیں تو اُسے محض تائید الٰہی سے سمجھ کے شکر خداوند قدیر
بجالائیں اور مجھ گنہ گار کو بھی دعاے خیر سے یاد فرمائیں۔ اور اگر کوئی سہو
اور خطا ملاحظہ فرمائیں تو دامنِ عطا سے چھپائیں۔

آئینہ خود باش صفاے بہ ازیں نیست
عیبِ دگراں پوش قباے بہ ازیں نیست

اور اگر کسی صاحب کے مذاق کے موافق نہ ہو تو معاف فرمائیں۔ وَمَا
أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ

راقم بندۂ گنہگار محمد سعید احمدؒ
ابن مولوی سلطان احمدؒ
ساکن مارہرہ ضلع ایٹہ
ممالک متحدہ آگرہ اودھ

۱۰ـ محرم سنہ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۷ـ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء



# خاص خاص کتابوں کی فہرست جن سے یہ سوانح عمری ماخوذ ہے

| نام کتاب | نام مصنف | زبان |
| --- | --- | --- |
| (۱) مآثر الامرا | میر عبدالرزاق صمصام الدولہ شاہ نواز خان خوافی اورنگ آبادی .. | فارسی |
| (۲) بادشاہ نامہ | ملا عبدالحمید لاہوری .. .. | فارسی |
| (۳) عمل صالح | محمد صالح کنبوہ ..... | فارسی |
| (۴) منتخب اللباب | محمد ہاشم خاں الملقب بہ خافی خاں | فارسی |
| (۵) سیر المتاخرین | میر غلام حسین .... | فارسی |
| (۶) مفتاح التاریخ | ٹامس ولیم بیل .. .. | فارسی |
| (۷) عالمگیر نامہ | محمد کاظم .. .. .. | فارسی |
| (۸) رقعات عالمگیری | شاہنشاہ عالمگیر ........ | فارسی |
| (۹) ظفر نامہ شاہجہانی | خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ | اردو |
| (۱۰) ترجمہ تاریخ ہند | الفنسٹن گورنر بمبئی۔ .. .. | اردو |

| نام کتاب | نام مصنف | زبان |
|---|---|---|
| (۱۱) دربار اکبری | شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد | اردو |
| (۱۲) مشاہیر اسلام | حکیم فیض احمد مارہروی .. | اردو |
| (۱۳) تاریخ اسلام | مولوی ابوالفضل احسان اللہ عباسی | |
| | گورکھپوری .. .. .. | اردو |
| (۱۴) ترجمہ سفرنامہ برنیئر | خلیفہ محمد حسین .. .. .. | اردو |
| (۱۵) گورنمنٹ گزیٹیر پنجاب | .. .. .. | انگریزی |
| (۱۶) گزیٹیر ممالک مغربی و شمالی اودھ (ضلع متھرا) | کانی بیئر .. .. .. | انگریزی |
| (۱۷) اورنٹیل بایوگرفیکل ڈکشنری۔ | ٹامس ولیم بیل .. .. | انگریزی |

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# سعد اللہ خاں کا حسب و نسب - وطن - و تعلیم و تربیت

ہندوستان کے سب سے بڑے مدبر اور عالی دماغ وزیر اعظم سعد اللہ خاں

---

[1] یہ صرف میرا ہی قول نہیں بلکہ اکثر فارسی اور یوروپین مورخین نے بھی یوں ہی لکھا ہے چنانچہ الفنسٹن گورنر بمبئی کا بیان تاریخ ہند میں ہے کہ "اِسی زمانے میں سعد اللہ خاں وزیر کا انتقال ہوا جو نہایت لائق و فائق اور عاقل و ہوشیار اور چال چلن کا نیک تھا۔ یہاں تک کہ ویسا وزیر ہندوستان کے وزیروں میں کوئی نہیں ہوا۔ شاہجہاں کے کاروبار میں اِس وزیر باتدبیر کا ذکر بڑی عزت و شان سے ہوا

کا سلسلہ خاندانی کسی خاندانِ امارت سے نہیں ملتا لیکن یہ امر بجائے اسکے کہ کسی قسم کی سُبکی کا باعث ہو بہت بڑے فخر کی بات ہے کیونکہ وہ صرف اپنی ذاتی کوشش اور لیاقت سے ایک خاندانِ امارت کا بانی ہوا۔ بنی نوع انسان کے اُن افراد کی طرح جو صرف اپنے ذاتی قوتِ بازو سے صفحاتِ تاریخ کی زیب وزینت کا باعث ہوئے ہیں سعداللہ خاں کے ابتدائی اور خاندانی حالات بھی بہت کم معلوم ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ خلیفہ محمد حسن صاحب مترجم سفرنامہ ڈاکٹر برنیئر فرانسیسی سیاح نے اپنے ترجمے میں سعداللہ خاں کی قومیت کی نسبت یوں تحریر فرمایا ہے کہ "سعداللہ خاں کے زمانے کے مؤرخوں نے اُس کی قومیت کا کچھ ذکر نہیں لکھا البتہ خافی خاں نے اُسے شیخ سعداللہ کر کے لکھا ہے جو ہندوستان میں اکثر نومسلم لوگوں کے لئے بھی بولا اور لکھا جاتا ہے مگر اُس کے ہم وطنوں کا یہ بیان ہے کہ وہ تھیم تھا جو ایک ایسی قوم ہے کہ وہاں کی مسجدوں اور مکتبوں کے مُلّا اکثر اسی ذات کے ہوتے ہیں۔ اگرچہ میرے نزدیک ظن غالب یہ ہے کہ کوئی ہندوی الاصل قوم ہے مگر چونکہ اُن کے میراثی اوّل اُن کے سلسلہ نسب میں کچھ عجیب و غریب

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۔ ہے۔ تمام سلطنت کے کام اِسی وزیر کے صلاح و مشورت سے انجام پاتے تھے۔ اورنگزیب نے جو خطوط اور فرمان اپنی طول طویل سلطنت میں لوگوں کے نام تحریر کئے ہیں اُن میں بھی اِس وزیر کی رائوں اور کاموں کو اِس طرح سے لکھا ہے کہ سب لوگ اُس کی پیروی کریں۔"

نام بیان کرکے اور پھر کچھ کھینچ تان کے ملک عرب تک پہنچا دیتے ہیں اِس لئے
میرے دوست جو بالفعل خاص چنیوٹ کی منصفی کے عہدے پر مامور ہیں اور
جنھوں نے براہ مہربانی تکلیف فرماکر میری خواہشوں کے موافق اِس کی تحقیق
کی تھی یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ لفظ تیم کی خرابی ہو جو عرب کے مشہور قبیلہ
بنی تمیم کے نام کا ایک جزو ہے اور اِن گنواروں نے اپنی جہالت اور بے علمی
کی وجہ سے جو فی زمانہ اُن اضلاع میں عموماً ہے بگاڑ کے اُسے تہیم کرلیا ہو۔
خلیفہ صاحب سے مشہور و معروف فاضل کی یہ فروگذاشت سخت حیرت انگیز
ہے کہ اُنھوں نے اثنائے تحقیقات میں کتاب مآثر الامرا کا ملاحظہ نہیں فرمایا۔
ورنہ صاحب مآثر الامرا کی تحقیقات کی نسبت بھی وہ اپنے نوٹ میں کچھ ارقام
فرماتے یہ کتاب مآثر الامرا مغلیہ عہد کے اُمرا کے حالات میں بہت مستند اور
ضخیم تاریخ ہے جس کے راست گفتار اور فاضل مؤلف میر عبدالرزاق صمصام الدولہ
شاہ نواز خاں خوافی اورنگ آبادی ہیں۔ یہ کتاب ۱۱۸۰ھ میں تالیف ہوئی۔
اُس میں سعد اللہ خاں کی قومیت کی نسبت تحریر ہے کہ وہ قصبہ چنیوٹ[1] متعلقہ

[1] قصبہ چنیوٹ ۳۱ درجہ ۴۳ دقیقہ و ۴۲ درجہ عرض بلد اور ۷۳ درجہ ۱۰ دقیقہ و ۵۹ درجہ طول بلد میں دریائے چناب کے بائیں کنارے سے دو میل کے فاصلے پر ایک پست پہاڑی کے نشیب میں پنجاب کے ضلع جھنگ میں واقع ہے۔ ۱۸۸۱ء میں یہاں کی مردم شماری دس ہزار ۷ سو ۳۱ تھی۔ قصبہ مذکور تین حصص پر منقسم ہے۔ جا او پر نیچے نہایت خوب صورتی سے واقع ہیں۔ ایک حصہ پہاڑ کے دامن میں ہے۔ اور دوسرا تحصیل کی طرف اور تیسرا مغرب

صوبہ لاہور کے شیخ زادوں میں سے تھا اور سلسلہ اُس کا قریش کے قبیلہ بنی تیم سے ملتا ہے۔ مآثر الامرا کی عبارت یہ ہے کہ " از شیخ زادہ ہاے قصبہ چنیوٹ مضافات بصوبہ لاہور است و اصلش از بنی تیم [1] قریش "

مولوی نور احمد چشتی صاحب " تحقیقات چشتی " (تاریخ لاہور) لکھتے ہیں کہ سعد اللہ خاں کے باپ کا نام امیر بخش تھا۔ ۱۰ صفر ۱۰۰۰ھ کو پنجشنبہ کے دن سعد اللہ خاں پیدا ہوئے۔ اور اسی دن شام کو اُن کے والد کا انتقال ہو گیا۔ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ یہ لڑکا بڑا کم بخت پیدا ہوا کہ پیدا ہوتے ہی باپ کو کھا گیا۔ پانچ برس کی عمر میں مادر شفقہ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ پھر وہ آوارہ پھرتے اور بادیہ گردی کرتے ہوئے لاہور میں آ پہنچے اور اُس طریق سے علم حاصل کیا کہ رات کو گدائی کرتے اور دن کو پڑھتے تھے۔ دہلی دروازے کے قریب اُس مقام پر جہاں اب نواب وزیر خاں کی مشہور مسجد ہے ایک مسجد تھی اس میں رہا کرتے تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۔ کی سمت ایک علیحدہ آبادی کے گرد واقع ہے جسے پیر شیخ اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کہتے ہیں۔ یہاں ایک اَور خانقاہ شیخ برہان کے نام سے مشہور ہے جسے ہندو اور مسلمان دونوں تعظیم و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ چنیوٹ کے لوگ بجاری اور لکڑی پر نقش و نگار کرنے میں مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ روضہ تاج محل (ممتاز محل) کی تعمیر کے لئے چنیوٹ کے بہت سے کاریگر اور معمار طلب کئے گئے تھے۔

ماخوذ از گیزیٹیر ضلع جھنگ مرتبہ گورنمنٹ پنجاب

[1] اس سے صاف ظاہر ہے کہ سعد اللہ خاں صاحب صدیق اکبر حضرت ابوبکر بن ابو قحافہ

سعد اللہ خاں ابتدائے عمر سے تحصیل علوم و فنون کے واسطے لاہور چلے آئے تھے جو اُس زمانے میں علما اور فضلا کی کثرت کے باعث ایک عظیم الشان اسلامی دارالعلوم کا کام دے رہا تھا اور جہاں شائقین علم و فضل دور دور سے آکر فیض یاب ہوتے تھے۔ اِسی وجہ سے وہ مُلّا سعد اللہ لاہوری مشہور ہیں اور اِسی سبب سے اکثر مؤرخین نے انھیں لاہوری لکھا ہے۔ خلیفہ محمد حسین صاحب اپنے اُسی نوٹ میں جس کا کچھ حصّہ اوپر نقل کیا گیا تحریر فرماتے ہیں ''سعد اللہ خاں کو عہد شاہ جہانی کے بعض مؤرخوں نے لاہور اور بعض نے چنیوٹ کا رہنے والا بیان کیا ہے جو پنجاب کے ضلع جھنگ میں ایک پُرانا قصبہ ہے۔ لیکن میرے ایک دوست جو جھنگ کے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہیں بعد تحقیقات کے لکھتے ہیں کہ اصل میں وہ تِترا کے رہنے والے تھے جو ایک موضع چنیوٹ کے شمال میں پانچ کوس کے فاصلے پر ہے۔ مگر اپنے زمانہ امارت میں اُنھوں نے البتہ چنیوٹ کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔''

خواجہ بختاور خان عالمگیری نے اپنی تاریخ مرآۃ العالم میں تحریر کیا ہے کہ جس زمانے میں سعد اللہ خاں بحالت افلاس و پریشانی تحصیل علوم و

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں اگر نہ تھے تو اُن کے ہم قبیلہ ضرور تھے کیونکہ خلیفہ اول بھی بنی تیم تھے اور اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہجہاں کو بھی اپنے دادا کی مردم شناس آنکھ کا حصّہ عطا ہوا تھا جس کی مدد سے اپنی وزارت کے لئے بے نظیر خاندان کا آدمی پسند کیا۔

فنون میں بمقام لاہور مشغول تھا۔ اکثر ملّا خواجہؒ نامی ایک مشہور درویش کی

؎ ملّا خواجہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا خاص وطن صوبہ بہار تھا میاں میر قدس سرہ کے مرید تھے۔ عالم جوانی میں کسب علوم کے واسطے لاہور تشریف لائے تحصیل علم کے بعد میاں میر سے بیعت کر لی۔ اور ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہوئے۔ شاہ جہاں کو ملّا خواجہ کے ساتھ خاص عقیدت تھی۔ خواجہ بختاور خاں عالمگیری نے مراۃ العالم میں بحوالہ دربار خان ناظر شاہ جہانی تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ شاہجہاں بایام قیام لاہور حویلی داراشکوہ میں تشریف لائے واپسی کے وقت دربار خاں ناظر سے فرمایا کہ تم ملّا خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو کہ شاہ جہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا چاہتا ہے۔ دربار خاں جس وقت ملّا صاحب کے حجرے میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ ملّا صاحب ابھی باہر چلے گئے ہیں اور ایک ٹوٹے سے حجرہ میں جو سرراہ واقع ہے رہتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں بادشاہ کی سواری بھی آن پہنچی۔ دربار خاں نے عرض حال کیا۔ شاہ جہاں نے کہا کہ تم یہیں کھڑے رہو جب ملّا صاحب آئیں ہمارا سلام کہہ کے یہ مصرع عرض کر دینا ؎

طاقت مہماں نداشت خانہ بمہماں گذاشت

شاہ جہاں کے جانے پر تھوڑی دیر میں ملا خواجہ آ گئے اور یہ پیام سنکر فرمایا۔ کہ حضرت نے بڑی غریب نوازی فرمائی مگر میں عمداً کنارہ کر گیا تھا تا کہ حضرت تکلیف نہ فرمائیں اور لوگوں کے ہاتھوں سے میری داڑھی کے بال سلامت رہیں مگر میں اس پیام کا جواب کل دونگا دوسرے دن ملّا صاحب تن تنہا دیوان عام

کی خدمت میں واسطے کسب علوم باطنی و تصفیہ قلب کے حاضر ہوتا۔ ملا خواجہ کو بھی سعد اللہ خاں سے خاص انس ہو گیا تھا۔ ایک دن حالت جذب میں اپنے مریدوں سے کہا کہ وزیر شہنشاہ ہند کو بلاؤ۔ حاضرین ملا کے اس تعجب انگیز فقرے کو سن کر سخت متعجب و متحیر ہوئے اور انکی سمجھ میں نہ آیا کس کی طلبی کا ارشاد ہے۔ نہایت ادب سے دریافت کیا تو جواب ملا کہ ملا سعد اللہ کو بلاؤ۔ مثل مشہور ہے ہونہار

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۔ میں طلباء سب کے پیچھے ایک کنارے کھڑے ہوئے دربار خاں ناظر نے دور سے دیکھ کے فوراً پہچان لیا اور جلدی سے دوڑ کر شاہجہان کو خبر کی بادشاہ سنتے ہی خوش ہو گیا اور دربار عام برخاست کر کے ملا صاحب سے خلوت میں ملاقات کی۔ ایک دن بہت سے درویشوں کا مجمع تھا اور مسئلہ وحدت وجود کی بحث چھڑی ہوئی تھی اور کچھ فیصلہ نہ ہوتا تھا۔ ملا صاحب خاموش بیٹھے تھے کہ یکایک اٹھ کھڑے ہوئے اور آگ میں جو زور شور سے قریب ہی جل رہی تھی جا بیٹھے اور بڑی دیر تک بیٹھ کے جوں کے توں نکل آئے ایک بال بھی بیکانہ ہونے پایا تھا اور فرمایا بس یہی جواب ہے پھر کسی نے دم نہ مارا۔ اسی طرح بہت سے خوارق عادات ملا صاحب کے مشہور ہیں۔ اوائل عہد عالمگیری میں ۱۰۸۱ھ تھا کہ ملا صاحب لاہور کے باغ فیض بخش کی سیر کو تشریف لے گئے اور باغ میں دو تین مرتبہ فرمایا "کہ مرا سے طلبند" اور اسی وقت اس دار ناپائدار سے انتقال فرمایا اور متصل مقبرہ اپنے پیر کے جو موضع غیاث پور متصل عام گنج لاہور میں ہے مدفون ہوئے۔

بروا کے چکنے چکنے پات ہوتے ہیں" خدا کی قدرت دیکھئے کہ ملّا خواجہ کی یہ پیشین گوئی جس کے پورا ہونے کی اس وقت بظاہر کوئی امید نہیں ہو سکتی تھی آخر میں صحیح ثابت ہوئی۔

شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد آب حیات میں لکھتے ہیں کہ "سعداللہ خاں چنیوٹ اور عبدالحکیم سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ دونوں گمنام گھروں کے لڑکے تھے اور ساتھ پڑھتے تھے۔ عبدالحکیم اگرچہ اوّل سبق میں پیش قدم تھے مگر قسمت کے سعداللہ خاں پیش قدم نکلے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے شاہ جہاں کے وزیر ہو گئے اور علامہ کا خطاب علم و فضل کی شہرت پر طرّہ ہوا"

ملّا عبدالحکیم نے ملّا کمال کشمیری اور شیخ احمد سرہندی سے علم و فضل حاصل کیا تھا پس گمان غالب ہے کہ سعداللہ خاں کی استادی کا بھی فخر اِنہی بزرگوں کو حاصل ہے۔ اِس کے علاوہ سعداللہ خاں کی ابتدائی حالت سے قیاس کیا جاتا ہے کہ انہوں نے شیخ سعدی رح کے اصول ؎

تمتع ز ہر گوشۂ یافتم ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم

کی تقلید میں مختلف علما و فضلا سے استفادہ کیا ہوگا۔ علامی ابوالفضل کے شاگرد رشید ملّا عبدالحمید لاہوری نے بادشاہ نامہ میں بہ وقائع ۱۰۵۰ھ لکھا ہے "ملّا سعداللہ لاہوری حافظ قرآن مجید اور فضائل و کمالات عقلی و نقلی سے آراستہ و پیراستہ اور حسنِ تقریر اور لطفِ تحریر اور رسائی فہم و ذکا اور کثرت معلومات میں اپنا نظیر نہیں رکھتا" اور ایک اور

مقام پر یوں لکھا ہے "علامۂ زماں فہامۃ العصر سعد اللہ خاں علم معقول اور منقول کا فاضل عقل و دانش اور فرط معلومات اور فصاحت و بلاغت میں عقلائے زمانے سے بازی لے گیا ہے۔"

## سعد اللہ خاں کا دربارِ شاہ جہانی میں داخل ہو کر روز افزوں ترقی کرنا

جب اِس فاضل کے علم و فضل اور کمالات ظاہری و باطنی کی شمیم روح افزا نے لاہور کی محدود چار دیواری سے نکل کر دور و دراز ممالک کے مشام جان کو معطر کر دیا تو ۱۰۵۰ھ میں اس کا آفتاب اقبال دربار شاہ جہانی میں طلوع ہوا۔

مخفی نہ رہے کہ اس زمانے میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں سلاطینِ ہند و ایران میں اکثر علمی چوٹیں چلا کرتی تھیں چنانچہ حضرت عرش آشیانی شاہنشاہ اکبر کے عہد میں سلطان عباس فرماں روائے ایران نے ملا وحید طاہر عجمی کی یہ رباعی دربار گہر بار اکبری میں بھیج دی **رباعی**

زنگی بہ سپاہ و خیل و لشکر نازد — رومی بہ سنان و تیغ و خنجر نازد

اکبر بہ خزینۂ پُر از زر نازد — عباسؑ بہ ذوالفقار حیدرؑ نازد

عرش آشیانی اس رباعی کو سن کے کچھ چیں بہ جبیں ہوئے اور بلبل ہندوستان ملک الشعرا فیضی کی طرف نگاہ کی یہاں کیا تھا

معشوق کی ترچھی نظروں سے تاڑ گئے کہ مزاج دشمنوں کا بگڑا۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرنے دیئے کہ ہاتھ جوڑ کر عرض کی کیا بندگان عالی نے اِس رُباعی کا جواب نہیں سُنا اور فی البدیہہ کہا۔ رباعی

فردوس بہ سلسبیل و کوثر نازد
دریا بہ گہر فلک بہ اختر نازد
عباسؓ بہ ذوالفقار حیدر نازد
کونین بہ ذاتِ پاکِ اکبر نازد

اللہ اکبر حاضرین دربار اِس برجستہ اور شستہ و رفتہ کلام کو سن کے پھڑک گئے اور یہ رباعی لکھوا کے شاہ ایران کے سفیر کو دے دی گئی کہ اپنے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دینا۔

اِسی طرح عہدِ شاہ جہانی میں ایران کے بادشاہ نے شاہ جہاں کو لکھا کہ جہان میں بہت سے ملک اور بہت سے بادشاہ ہیں تم جمیع ممالک کے فرماں روا کب ہو جو اپنا لقب شاہ جہاں رکھ لیا ہے۔ شاہ جہاں نے فضلائے دربار کو حکم دیا کہ اِس تحریر کا معقول جواب سوچ کر حضور میں عرض کریں۔ اِس زمانے میں بقول صاحب ملت مقال سعد اللہ خاں شیخ عبدالمومن سنبھلی کے لڑکوں کی تعلیم و تربیت پر، جو شاہ جہاں کے دربار میں دیوانِ تن[1] کے منصب پر سرفراز تھے مقرر تھے اور اُن کی رفاقت میں رہتے

---

[1] غیاث اللغات اور لغات کشوری سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دیوانِ تن کی اصل دیوان تنخواہ ہے یعنی تن مخفف ہے تنخواہ کا۔

وارث علی۔

تھے۔ چنانچہ سعداللہ خاں کو شیخ عبدالمومن کی زبانی یہ حال معلوم ہوا تو اُن سے کہا کہ اگر دربار شاہ جہانی میں میری رسائی ہو تو اس معمے کو میں حل کرسکتا ہوں۔ دیوان نے بادشاہ کے حضور میں یہ بات پہنچائی اور وہاں سے سعداللہ خاں کی طلبی ہوئی۔ خان صاحب نے دربار میں پہنچکے عرض کی کہ جہاںؔ اور ہندؔ کے اعداد بہ قاعدہ ابجد مساوی ہیں پس شاہ جہاں سے دراصل شاہ ہند مراد ہے۔ شاہ جہاں کو یہ جواب بہت پسند آیا اور یہی سعداللہ خاں کے دربار شاہ جہانی میں پہنچنے اور قرب و منزلت کا باعث ہوا[۲]۔

ملا عبدالحمید لاہوری اور محمد صالح کنبوہ اور خافی خاں وغیرہ شاہجہانی عہد کے مشہور اور مستند مؤرخین نے اِس واقعے کو اپنی اپنی تاریخ میں درج نہیں کیا بلکہ سب نے بالاتفاق یہ لکھا ہے کہ شاہ جہاں نے سعداللہ خاں کے علم و فضل اور دیگر اوصاف حمیدہ کی شہرت سُن کر موسوی خاں[۳]

---

[۱] یہ مطلب اِس شعر کے ذریعے سے ادا کیا گیا ہے

ہند و جہاں ز روے عدد چوں برابر است　　　　بر شہ خطاب شاہجہاں زاں مقرر است

[۲] محمد افضل سرخوش نے اپنی کتاب کلمات الشعرا میں جو ۱۰۹۳ھ کی تالیف ہے اِس واقعے کو مشہور شاعر ابوطالب کلیم کی طرف منسوب کیا ہے۔ تحقیقات چشتی میں لکھا ہے کہ سعداللہ خاں دہلی پہنچ کر آصف خاں پسر اعتماد الدولہ کے لڑکوں کے پڑھانے پر بمشاہرہ چالیس روپے ماہوار اور کھانے پر ملازم ہو گئے تھے وہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ [۳] موسوی خاں صدر الصدور سادات مشہد

صدر الصدور[1] کو حکم دیا کہ ملّا سعد اللہ کو طلب کر کے ہمارے دربار میں پیش کرو۔ اُنھوں نے سعد اللہ خاں کو بُلا کر ۲۷ رمضان ۱۰۵۰ھ کو شاہ جہاں کی خدمت میں پیش کیا۔[2]

سلاطین ایشیا اور خصوصاً مسلمانوں میں کوئی شخص صرف

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۔ مقدس میں سے تھے عہد جہانگیری میں شاہی ملازم ہوئے۔ پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں داروغہ آبدار خانہ مقرر ہوئے اور ترقی پا کر اخیر عہد جہانگیری میں صدارت کل کے معزز عہدے پر بہ منصب دو ہزاری پانصد سوار سرفراز ہوئے۔ شاہ جہاں کے عہد میں چار ہزاری منصب تک ترقی پا کر، ۱۰ صفر ۱۰۵۵ھ میں انتقال کیا۔ آگرے میں جو محلہ کچہری گھاٹ کے نام سے موسوم ہے وہاں انہیں موسوی خاں کی کچہری جمنا کے کنارے واقع تھی یہی اُس کی وجہ تسمیہ ہے۔

[1] عہد شاہی میں صدر الصدور یا صدارت کُل ایک معزز عہدے کا نام تھا۔ تمام مذہبی اوقاف اور مذہبی جاگیرات کا انتظام اسی عہدہ دار کے متعلق ہوتا تھا۔ علما و فضلا و مشائخ و سادات کے حصّے اور وظائف اور اراضی مدد معاش کے معاملات بذریعہ صدر الصدور طے ہوتے تھے۔

[2] خافی خاں نے منتخب اللباب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اِس سے پہلے بھی سعد اللہ خاں ایک مرتبہ دربار شاہ جہانی میں آئے تھے۔ بادشاہ نے حسب قاعدہ اُن کا روزانہ وظیفہ مقرر کرنا چاہا تھا لیکن سعد اللہ خاں نے اُس کے لینے سے انکار کر دیا تھا۔

علم و فضل اور قلم کے زور سے سلطنت کا کوئی اعلیٰ عہدہ نہیں حاصل کر سکتا تھا بلکہ جو شخص فنونِ حرب میں اپنے آپ کو جس لیاقت کا ثابت کرتا اُسی کے مطابق وہ سلطنت کے ملکی عہدے پانے کا مستحق خیال کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے سلاطین چغتائیہ میں ایشیا کے اِس دستورالعمل کی اِس سختی سے پابندی ہوتی تھی کہ خاص شاہزادوں کو بھی جب تک وہ کسی مہم پر مامور ہو کر اپنے آپ کو فنونِ حرب کا ماہر نہ ثابت کر لیں کسی منصب پر مقرر نہ کیا جاتا تھا۔ جس طرح اِس زمانے میں ملازمت کے واسطے مختلف لیاقت و اسناد و قابلیت کی ضرورت ہے اِسی طرح اس عہد میں جملہ خدمات کے واسطے خواہ وُہ مُلکی ہوں یا فوجی فنونِ حرب کی واقفیت کی ضرورت تھی۔ عہدِ اکبری سے دہ باشی (دس سواروں کا افسر یا جمعدار) سے لے کر پنج ہزاری تک کے منصب مقرر تھے۔ شاہ جہاں کے عہد میں ہفت ہزاری تک ترقی ہوئی۔ منصب کے مطابق تنخواہیں تھیں اور تنخواہ کے عوض میں اُسی محاصل کی جاگیر عطا ہو جاتی تھی۔ انہیں اہلِ سیف میں سے ہر شخص اپنی لیاقت کے مطابق ملکی عہدوں اور اہلِ قلم کے کام پر مامور کیا جاتا تھا۔ لیکن لڑائی کے وقت جس جس کا نام تجویز کیا جاتا۔ خواہ وہ اہلِ سیف سے ہو یا اہلِ قلم سے سب کو بلا عذر شریکِ جنگ ہونا پڑتا تھا۔ علما اور مشائخ اور آئمہ مساجد اور دیگر صاحب کمال شرفا کے واسطے جاگیر بنام مددِ معاش مقرر ہو جاتی تھی اور وہ خدمت سے

معاف تھے۔

سعداللہ خاں جو بہ حیثیت ایک عالم و فاضل کے دربار شاہ جہانی میں پیش ہوے حسب قاعدہ مقررہ اُن کی جاگیر بطور مدد معاش کے مقرر ہونی چاہیے تھی۔ لیکن بادشاہ نے جو قدردان اور کمال کا جوہری تھا قیافہ شناسی کی کسوٹی سے اِس نوجوان فاضل کی استعداد کاردانی اور کارگزاری کا حال معلوم کرکے خلعتِ خاصہ اور طویلہ خاص سے گھوڑا مرحمت فرمایا۔ اور بزمرۂ بندگان خاص منسلک فرما کر خدمت عرض مکرر پر متعین فرمایا۔ یہ وہ خدمت تھی جس پر سوائے معتمدانِ خاص او امرائے تجربہ کار کے یکایک کوئی مقرر نہیں کیا جاتا تھا۔

سعداللہ خاں نے اِس عہدے پر مقرر ہو کے جس عجلت سے ترقی کی وہ نقشۂ ذیل سے ظاہر ہو گی۔

پندرھویں سال جلوس شاہ جہانی ۵۲-۱۰۵۱ھ میں منصب ہزاری دوصد سوار اور خطاب خانی عطا ہو کر داروغگی دولت خانۂ خاص پر تقرری ہوئی۔

سولھویں سال ۱۲ ربیع الثانی ۱۰۵۳ھ کو ایک فیل طویلہ خاص سے مرحمت ہوا اور پانچ سو سوار کی بیشی ہوئی۔

سترھویں سال ۱۰ رمضان ۱۰۵۳ھ کو خلعت خاصہ عطا ہوا اور منصب دو ہزاری پانصد سوار مقرر ہو کر خدمت میر سامانی مرحمت ہوئی۔

اٹھارھویں سال ۵ شوال ۱۰۵۴ھ کو خلعت عطا ہو کے منصب دو ہزار پانصدی شش صد سوار مقرر ہوا۔

اسی سال ۴ ذیقعدہ ۱۰۵۴ھ کو پانصدی ذات کا اضافہ ہوا۔

اسی سال ۹ ربیع الثانی ۱۰۵۵ھ کو منصب سہ ہزاری پانصدی ہشت صد سوار مقرر ہوا۔

انیسویں سال ۳ جمادی الثانی ۱۰۵۵ھ کو بمقام کشمیر خلعت خاصہ اور قلمدانِ مرصع مرحمت ہو کر منصب چار ہزاری ہزار سوار مقرر ہوا۔ اور دیوان خالصہ کی خدمت عطا ہوئی۔

ابتداے ملازمت سے چار برس دس مہینے اور چار دن کے بعد ۱۱ رجب ۱۰۵۵ھ کو کشور ہند کے سب سے بڑے اور معزز عہدے دیوان اعلےٰ اور وزیر اعظم پر مقرر ہو کے خلعت خاصہ اور جمدھر مرصع مع پھول کٹارہ کے مرحمت ہوا۔

اس قلیل مدت میں سعد اللہ خاں کا وزارت کے معزز عہدے پر پہنچ جانا اُس کی عام قابلیت اور مدبّری اور شاہ جہاں کی قیافہ شناسی۔ قدر دانی اور کمال پروری کی بہت اچھّی دلیل ہے۔

سعد اللہ خاں کے اوصاف حمیدہ و حُسنِ تدبیر نے شاہ جہاں کے دل میں جو اثر پیدا کیا تھا وہ ذیل کے معتبر بیان سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے صاحب مآثر الامرا تحریر فرماتے ہیں کہ خان دوراں خاں صوبہ دار دکن کی وفات کی خبر جب دربار میں پہنچی تو شاہ جہاں نے اسلام خاں مشہدی سے جو اُس وقت وزیر اعظم تھے فرمایا کہ خان صاحب دکن کی صوبہ داری کے لئے کسی کو تجویز کرو۔ اسلام خاں یہ سنکر اپنے مکان پر چلے آئے اور اپنے مشیروں سے آکے صلاح لی کہ دکن کی صوبہ داری

کے لئے میں بادشاہ سے درخواست کرونگا تم لوگوں کی کیا راے ہے۔
سبھوں نے بالاتفاق تعجب سے جواب دیا کہ ایسے معزز عہدے یعنی
وزارت اعظم کو چھوڑ کے حکومت دکن پر جانا دانائی سے بعید ہے۔اسلام
خاں نے کہا بے شک تمہاری راے درست ہے۔لیکن بادشاہ سعداللہ خاں
کا لوہا مان گیا ہے اور ہر وقت اُس پر خاص عنایت کی نظر ہے اُس کا
دلی منشا یہ ہے کہ سعداللہ خاں وزیر اعظم ہو صرف موقع کی تلاش تھی۔
اب کہ دکن کی صوبہ داری خالی ہوتی بادشاہ نے محض اِس غرض سے
مجھ سے دریافت کیا کہ میں خود اپنے مُنھ سے دکن جانے کی آرزو ظاہر
کروں۔بہتر ہے کہ میں ایساہی کروں اِس میں میری بات بھی رہ جائیگی
اور سعداللہ خاں پر احسان رہے گا۔اور اگر بادشاہ نے اپنی راے سے
سعداللہ خاں کو وزیر اعظم کرکے مجھے وہاں بھیج دیا تو ناحق ذلت ہوگی۔
پس اسلام خاں اُسی دن شام کو شمشیر و سپر حمائل کرکے خلاف معمول
بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور صوبہ داری دکن
کی تمنا اِس وقت مجھے کشاں کشاں لے آئی ہے۔بادشاہ خوش ہو گیا
اور فرمایا کہ اچھا پھر اپنی جگہ کے واسطے تم نے کسے تجویز کیا ہے۔اسلام خاں
نے آداب بجا لا کے عرض کی کہ جہاں پناہ اِس عہدے کے لیے سعداللہ خاں
سے بہتر میں کسی کو نہیں پاتا بادشاہ نہایت خوش ہوا اور اسلام خاں کی
تجویز کی نہایت تعریف کی۔چنانچہ اسلام خاں تو خوشی خوشی دکن روانہ ہو گئے
اور سعداللہ خاں مسند وزارت اعظم پر جلوہ افروز ہوئے۔

ناظرین آپ نے دیکھا کہ بہ اعتبار عہدے اور عزت کے تو ہمارے خانِ والاشان کو معراج حاصل ہوگئی اب اِس سے اعلےٰ درجہ بادشاہ کے اختیار میں کوئی نہیں ہے جو انہیں دے اور یہ ترقی شاہی نوکری کی ابتدا سے پانچ برس سے کم عرصے میں حاصل ہوگئی قدر دانی اور بیدار مغزی اِس کا نام ہے نہ کہ پچاس پچاس برس ایک ہی جگہ ایڑیاں رگڑا کرو اور کوئی خبر نہ ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ لیکن چونکہ ترقی بلحاظ منصب فوجی عمل میں آتی تھی جس کی انتہا اُس عہد میں ہفت ہزاری تک تھی۔ لہذا بتواریخ ذیل ان کی فوجی ترقی عمل میں آئی۔

۱۵ رمضان ۱۲۵۵ھ کو منصب پنج ہزاری ذات دو ہزار سوار مقرر ہوا اور علم ونقارہ جو اُس عہد میں سب سے زیادہ امارت کی دلیل تھی۔ عطا ہوا۔

۱۴۔ ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ کو منصب شش ہزاری دو ہزار سوار مقرر ہوا۔ اور ایک ہاتھی اور ہتھنی مع ساز طلائی مرحمت ہوئے۔

۲۰۔ ربیع الثانی ۱۲۵۶ھ کو منصب شش ہزاری سہ ہزار سوار مقرر ہوا۔

۴۔ جمادی الثانی ۱۲۵۶ھ کو منصب شش ہزاری چار ہزار سوار مقرر ہوا۔

۵۔ شعبان ۱۲۵۶ھ کو منصب شش ہزاری پنج ہزار سوار مقرر ہوا۔

۲۰۔ شوال ۱۲۵۶ھ کو منصب شش ہزاری ذات شش ہزار سوار مقرر ہوا۔

۲۰۔ ربیع الثانی ۱۲۵۷ھ کو منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار مقرر ہوا۔ اور ایک عربی النسل گھوڑا مع ساز طلائی کے طویلہ خاص سے مرحمت ہوا۔

۲۴۔ ربیع الاول ۱۲۵۸ھ کو سواران موجودہ میں ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ

قرار پائے۔

سنہ ۱۰۵۹ھ میں بہ ایام روانگی قندھار دو ہزار سوار دیگر دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۰۶۰ھ میں انتہائے ترقی تھی یعنے ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار منجملہ اُن کے پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہو کر دو کرور دام سالانہ انعام کی ٹھیری

## سعداللہ خاں صاحب کی تنخواہ

تنخواہ سعد اللہ خاں کی بارہ کرور دام سالانہ تھی۔ اور دو کرور دام سالانہ انعام ملتا تھا۔ یہ چودہ کرور دام سالانہ ہوا جس کے ۳۵ لاکھ روپے سالانہ ہوتے ہیں۔ مگر ایام جشن یا کسی اور خاص کارگذاری کی حالت میں جو انعام واکرام مرحمت ہو جاتے تھے وہ اِس کے علاوہ ہیں۔

# سعداللہ خاں کی ملکی خدمات۔ عدل و انصاف۔ اور اُس کے عہد وزارت کے چند دلچسپ واقعات

اِس عالی دماغ مدبر کے حالاتِ زندگی کی نہایت دلاویز تصویر ہے جس سے اُس کا نام نامی آئندہ نسلوں میں ہمیشہ عزت وادب کی نگاہ سے

دیکھا جائے گا۔ اور جن اوصاف و خوبی کی وجہ سے تمام مؤرخین نے بالاتفاق تعریف و توصیف کے مرصّع سہرے اُس کے سر پر باندھے ہیں وہ اُس کی دیانت و امانت۔ رعایا پروری۔ عدل و انصاف وغیرہ اوصاف حمیدہ ہیں۔ اِس انصاف و عدل کے صاحب کمال جوہری نے بادشاہ اور رعایا کے باہمی معاملات کو ہمیشہ اپنی میزان عدل میں سونے کی تول تولا۔

عہدِ اکبری میں راجہ ٹوڈرمل۔ خواجہ مظفر علی الملقب بہ مظفر خاں۔ خواجہ شاہ منصور۔ اور جہانگیر کے زمانے میں اعتماد الدولہ وغیرہ بڑے بڑے قابل معاملہ فہم اور کارگذار دیوان تھے۔ مگر جن لوگوں نے کتب تاریخ کو بہ غور دیکھا ہے۔ اُن پر پوشیدہ نہیں کہ شاہی مطالبہ کی تشخیص میں یہ لوگ سخت گیری کے دھبّے سے پاک نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اِن کے اختیارات کے مقابلے میں دل جلی رعایا نے اپنے دل کے پھپھولے پُرزور قلم کی نوک سے پھوڑے ہیں۔ مثلاً کسی دل جلے نے راجہ ٹوڈرمل کی نسبت یوں کہا ہے

آنکہ شد کار ہند ازو مختل　　راجۂ راجہاست ٹوڈرمل

خواجہ مظفر علی جب ۹۷۱ھ میں دیوان ہوئے تو لوگوں نے اُنکی تقرری کی تاریخ لفظ ظالم (۹۷۱) میں نکالی۔ اہل ظرافت میں یہ شعر مشہور چلا آتا تھا۔

سگِ کاشی بہ از خراسانی　　گرچہ صد بار سگ زکاشی بہ

دل جلوں نے جو ان کی سختی کی وجہ سے بہ نسبت راجہ ٹوڈرمل کے
ان سے زیادہ جل رہے تھے اس شعر کی یوں اصلاح کی۔

سگِ راجہ بہ از مظفر خاں      گرچہ صد بار سگ ز راجہ بہ

خواجہ شاہ منصور کا نام یار لوگوں نے دم دار ستارہ رکھا تھا۔ جس وقت
کوچہ و بازار میں ان کی سواری نکلتی تو لوگ اشاروں اور کنایوں
میں لعنت و نفرت کے طوق ان کے گلے میں ڈالتے۔ اس زمانے
کے شاہی خیر خواہ تو درکنار۔ ہمارے اس زمانے کو تمدن و تہذیب کا
بڑا دعوےٰ ہے اور یوں بھی جب سے اب تک دنیا کی عمر میں تین سو
برس کی زیادتی ہو گئی ہے اُسے بہت سا تجربہ حاصل ہو جانا چاہئے۔
مہذب گورنمنٹیں اپنی تہذیب و کمال پر ناز کیا کریں مگر یار لوگ تو سرکاری
خیر خواہی میں غریب رعایا کا بھیجا کھا ہی جاتے ہیں اور گورنمنٹ
کی خوشی کے لئے تشخیص مطالبہ جات سرکاری میں گورنمنٹ ہی
کے پلڑے کو بھاری رکھتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہمارے خانصاحب
نے اپنی وزارت کے زمانے میں رعایا اور ساکین کے فائدے کو مدنظر
رکھا۔ ان کا قول تھا کہ اجراے بدعت و مردم آزاری میں ہرگز ہرگز
کفایت نہیں ہوتی بلکہ رعایا کی غمخواری اور دلداری باعثِ افزونی
خزانۂ شاہی ہے اور رب العالمین بھی اس سے خوش ہوتا ہے یہی
وجہ ہے کہ سعد اللہ خاں کو کبھی کسی نے برا نہیں کہا نہ ان کی نسبت
سب الفاظ مستعمل کئے۔

خافی خاں نے لکھا ہے کہ سعد اللہ خاں میں بہترین صفت یہ تھی کہ وہ معاملات مالی و ملکی کو نہایت دیانت و امانت سے سرانجام دیتے تھے۔ تمام مدت وزارت میں اُن کا قلم بدعت و مردم آزاری پر نہیں اُٹھا۔ بلکہ وہ اُن مقدمات اور محاسبات کو رفع و دفع کر دیتے تھے جن میں رعایا اور مساکین کا نقصان ہوتا تھا۔

اکبر کے مشہور وزیر ابوالفضل نے آئین اکبری اور اکبر نامہ لکھ کے اگرچہ ہزاروں برس کی اِس خام خیالی کو کہ صرف ایک ہی شخص یعنی شاہِ وقت ہی سب کچھ ہے اور سوائے اُس کے اَور کوئی شخص اِس قابل نہیں کہ مؤرخ اُس کا ذکر کرے دور کرنے کی کوشش کی مگر افسوس ہے کہ آئندہ مؤرخین نے پورے طور سے ابوالفضل کی پیروی نہیں کی یہی وجہ ہے کہ آج ہم سعد اللہ خاں کے مفصل انتظامی حالات اور جزئیات بیان کرنے سے معذور ہیں۔

شاہ جہانی اور عالمگیری عہد کے جملہ مؤرخ اِس امر میں متفق اللفظ ہیں کہ ہندوستان نے سعد اللہ خاں کے عہد وزارت میں بہت رونق پائی اور شاہ جہاں کے مزاج میں اُن کا ایسا رسوخ اور اعتبار تھا کہ سوائے مقدمات وزارت کے جملہ امورات کلّی و جزئی اور مالی و ملکی انہیں کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے اور شاہ جہاں کو اُن سے ایسی محبت تھی کہ تمام ایام وزارت میں اُس نے انہیں چار پانچ مرتبہ سے زیادہ اپنی آنکھ سے اوجھل

نہیں ہونے دیا۔

سعداللہ خاں کے حسن انتظام سے محاصل میں جو بیشی ہوئی اسکی تصدیق ملا عبدالحمید لاہوری مولف بادشاہ نامہ کی اس تحریر سے ہوتی ہے۔

عہد شاہجہانی کی آمدنی اور خرچ

شاہجہاں کی تخت نشینی کے وقت کل ملکی آمدنی ۷ کرور ۵۰ لاکھ روپے اور محالات خالصہ کی آمدنی صرف ۵۰ لاکھ روپے تھی۔ ڈیڑھ کرور روپیہ خالصہ شاہی میں اس تفصیل سے خرچ ہوتا تھا۔ کہ ۵۰ لاکھ روپے آمدنی خالصہ سے اور ایک کرور روپے خزانۂ عامرہ سے۔

اس مبارک عہد کے عدل و انصاف سے ملک ایسا سرسبز و شاداب ہوا۔ کہ یوماً فیوماً مداخل میں ترقی اور مخارج میں زیادتی ہونے لگی۔ چنانچہ بیسویں سال جلوس شاہ جہانی میں ملکی آمدنی

---

ؔ خافی خاں نے اس کی نسبت یوں لکھا ہے کہ "بر عقلا ظاہر است کہ اگرچہ در ملک گیری استقلال بہ از محمد اکبر بادشاہ رونق افزاے سلطنت ہندوستان در تیموریہ نبودہ اما در بندوبست و نسق و فراہم آوردن خزانہ و آبادکاری ملک و قدردانی سپاہ و رفاہ لشکر بہ از شاہ جہاں در عرصۂ ہر وسعت فرماں فرماے نہ گردیدہ۔"

۲۲ کروڑ اور خالصۂ شاہی کی آمدنی ۳ کرور روپیہ تھی۔ اسی حسن انتظام کا نتیجہ تھا کہ شاہ جہاں نے اپنے عہد کے بیسویں سال تک علاوہ اخراجات ملکی کے ۲۳ کرور ۹۶ لاکھ روپیہ بہ تفصیل ذیل عمارات و انعامات وغیرہ غیر معمولی اخراجات میں صرف کیا اس پر بھی اخیر عہد میں ۲۴ کرور روپیہ نقد اور ۱۵ کرور روپیہ کا سونا چاندی اور جواہرات خزانۂ شاہی میں چھوڑا۔

## تفصیل اخراجات

سال اوّل جلوس میں بہ ایام جشنِ تخت نشینی اُمرا اور سادات اور مشائخ اور شاہزادوں کو انعام مرحمت ہوا۔ ایک کرور ۸۰ لاکھ اس کے علاوہ چار لاکھ بیگہ زمین اور ۱۲۰ مواضعات۔

دوسرے سال سے بیسویں سال جلوس تک انعامات میں صرف ہوا۔ نو کرور ۶ لاکھ

مصارف جنگ بلخ و بدخشاں . . . . . . . ۴ کرور

تیاری عمارات میں . . . . . . . . ۲ کرور ۵۰ لاکھ

---

ﻠﻪ اخیر عہد میں ۲۳ کرور روپے تک بیشی ہوئی۔

## عمارات کے خرچ کی تفصیل یہ ہے

| روضۂ تاج گنج | دیگر عمارات قلعۂ آگرہ | قلعہ دہلی | جامع مسجد دہلی |
|---|---|---|---|
| ۵۰ لاکھ | ۶۰ لاکھ | ۵۰ لاکھ | ۱۰ لاکھ |
| **عمارات لاہور** | **عمارات کابل** | **عمارات کشمیر** | **عمارت قندھار** |
| ۵۰ لاکھ | ۱۲ لاکھ | ۵ لاکھ | ۵ لاکھ |
| **عمارات احمدآباد و اجمیر** | | | |
| ۱۲ لاکھ | | | |

تیاری تخت طاؤس بقول ٹیورنیر جوہری ۶ کرور ۵۰ لاکھ

میزان کل ۲۳ کرور ۹۶ لاکھ

## محامین متصدی سورت یعنی رعایا پروری کا ایک دلچسپ واقعہ

آج کل کے اکثر مؤرخ جو سلاطین اسلام کے عہد کے ظلم و ستم کے من گھڑت افسانے اپنی جولانئ طبیعت اور تعصب کے تیز و تند

اونزاروں سے گھڑ گھڑ کے مشتہر کرتے رہتے ہیں وہ ذرا چشم بصیرت سے تعصب کی پٹی ہٹا کر اس رعایا پروری کے تاریخی واقعہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

سلاطین اسلام کے عہد میں ایک بڑی ذمہ داری کا عہدہ وقائع نگاری یعنے پرچہ نویس کا تھا۔ اس عہدے پر نہایت متدین اور ایمان دار لوگ مقرر کئے جاتے تھے۔ ہر لشکر ہر صوبہ کے صدر مقام ہر بندرگاہ اور بڑے بڑے مقامات میں وقائع نگار متعین ہوتے تھے اور یہ لوگ کسی صوبہ دار یا سپہ سالار کے ماتحت نہ ہوتے تھے۔ بلکہ ان کا تعین براہ راست دربار شاہی سے ہوتا تھا۔ وہ روزانہ ہر قسم کے واقعات قلمبند کرکے اس کی ایک نقل دربار شاہی میں بھیج دیا کرتے تھے۔ اس انتظام سے دربار میں ہر قسم کی خبریں بادشاہ کو برابر پہنچا کرتی تھیں اور صوبہ دار اور امراء جو ممالک دور و دراز میں متعین ہوتے تھے ان وقائع نگاروں کے خوف سے کوئی امر خلاف قانون کرنے کی جرأت نہ کرسکتے۔ اور اس امر کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ امرا سے جب کوئی فعل خلاف قانون صادر ہوا اور انہوں نے شاہی خوف سے وقائع نگار کو طمع یا دھمکی دی کہ اس معاملہ کو پرچے میں درج نہ کرو تو وقائع نگاروں نے ان کی کچھ پرواہ نہ کی اور ان کی ایک نہیں مانی ہے۔ اور بعض موقعوں پر اپنے فرائض منصبی کو ایمان داری سے بجا لانے پر اپنی جان عزیز

کھو بیٹھے ہیں۔

چنانچہ وقائع سورت[1] سے معلوم ہوا کہ محمدؐ امین متصدی حاکم بندر سورت تشخیص مال و ابواب میں سختی اور ظلم کرتا تھا۔ دربار شاہجہانی سے فوراً اس کی ضبطی جاگیر اور منصب کا حکم صادر ہوا۔ اور محمد امین گرزبردار کے ذریعے سے گرفتار ہوکے دربار میں لایا گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ سرِ دربار اس ظالم کی آستین میں سانپ چھوڑا جائے۔ چند اُمرا نے سفارش بھی کی مگر وہ نہایت سختی سے نامنظور کی گئی۔

اُس زمانے میں سورت شاہ جہاں کی سب سے بڑی بیٹی جہاں آرا بیگم کی جاگیر میں تھا۔ جو بیگم صاحبہ کے لقب سے موصوف اور عہد شاہجہانی میں سب سے زیادہ با اقتدار تھیں دربار کے متصدیوں اور محمدؐ امین کے ہوا خواہوں نے جب دیکھا کہ کسی طرح اُس کی جان بچتی نظر نہیں آتی تو بیگم صاحبہ کی خدمت میں پہنچ کے نہایت عجز و الحاح سے ایک رقعہ سفارشی لکھوایا۔ جب یہ رقعہ بادشاہ نے دیکھا ہے تو اُس کے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ تھی۔ محمدؐ امین کو تو حوالات میں بھیجا۔ اور خود غصے سے کانپتے ہوئے محل میں گئے اور پیاری بیٹی کو سامنے بلا کے

حاشیہ [1] جس طرح آج ہمارے زمانہ میں بمبئی سب سے مشہور تجارتی شہر اور ہندوستان کا سب سے بڑا بندرگاہ ہے اسی طرح شاہانِ مغلیہ کے عہد میں شہر سورت بندرگاہ تھا ۱۲

خوب ہی گھڑکا جھڑکا اور فرمایا کہ تم لوگ ہمیں عدل سے سلطنت نہیں
کرنے دیتے۔ حالانکہ بندر سورت تمہاری جاگیر میں ہے مگر تم ایسی اندھی
اور بہری ہو کہ تم نے ایسے ظالم ناپاک کی سفارش مجھ سے کی جس نے
محض اظہار خیر خواہی کے واسطے میری رعیت کو جو تم سے زیادہ مجھے
پیاری ہے برباد کر دیا اور اِس قدر تشخیص محصول میں سختی کی کہ بہت
سے لوگوں نے مجبور ہو کے اپنے خورد سال بچوں کو فروخت کر کے
سرکاری محصول ادا کیا۔ تمہیں یہ خبر نہیں کہ بندرگاہ سورت ہفت اقلیم
کے لوگوں اور سوداگروں کے آنے جانے کی جگہ ہے جب قرب وجوار کے
بادشاہوں کو اِس حال کی اطلاع ہو گی تو وہ میری اور تمہاری نسبت
کیا خیال کریں گے اور میری کیسی بدنامی ہوگی اور ربّ العالمین کا
غضب اگر نازل ہو جائے تو کچھ تعجب نہیں۔ کیا تم یہ نہیں جانتیں کہ
مالگذار رعیّت باعث آبادی ملک اور موجب افزونی خزانہ ولشکر شاہی
ہے تم یہ نہ سمجھنا کہ میں شاہ جہاں کی چہیتی بیٹی ہوں اگر پھر کبھی تم نے
ایسے لوگوں کی سعی سفارش کی یا میں نے تمہاری جاگیر میں ایسے
ظلم کی خبر سنی تو جہاں آرا میری سخت ناراضی کا باعث ہوگا۔ بیٹی
کو اوّل تو محمد امین کے اِس ظلم وستم کی متعلق خبر نہ تھی پھر باپ کے
جو ایسے تیور پھرے دیکھے تو خوف سے رو کے قدموں پر گر پڑی اور معافی
مانگی۔ شاہ جہاں نکلا ہوا پھر دربار میں چلا آیا اور حکم دیا کہ محمدؐ امین کو
میرے سامنے لاؤ اور اِسی وقت میرے سامنے سانپ اُس کی آستین

میں چھوڑا جائے تمام دربار ہل گیا کسی میں اتنی جرات نہ تھی کہ منہ سے
ایک لفظ بھی نکالے۔ اسی حالت میں دیکھتے کیا ہیں کہ سعد اللہ خاں
کے نائب راجہ رگھناتھ راے نے زمین خدمت کی چومی اور نہایت عجز
و انکسار سے دست بستہ عرض کی کہ جہاں پناہ کی دولت و اقبال کا آفتاب
ہمیشہ خط نصف النہار پر رہے اگرچہ ظالم کی شفاعت کرنا خود بھی اُسکے
ظلم میں شریک ہونا ہے اور جو ایسی شفاعت کرے وہ خود بھی سزاوار
عقوبت ہے مگر بندگانِ عالی یہ تو خیال فرمائیں کہ مظلوم رعایا کا بہت
سا روپیہ اِس ظالم کے ذمے ہے۔ جب تک بخوبی اُس کی تحقیقات ہوکے
مظلوموں کا روپیہ واپس نہ ہو جائے اُس وقت تک اِس کے قتل میں
تامّل فرمایا جائے۔ شاہ جہاں نے اِس تقریر کو سنا اور محمد امین کو راجہ
رگھناتھ کے حوالہ کر دیا کہ تحقیقات کے بعد جس قدر روپیہ رعیت سے زیادہ
لیا گیا ہے واپس کرایا جائے۔ راجہ رگھناتھ راے نے سزاوارِ شدید متعین
کر کے جس جس سے جتنا جتنا روپیہ زیادہ وصول کیا گیا تھا۔ واپس کرا دیا

## رعایا کی خوش حالی

اِس عدل و انصاف کی وجہ سے رعایا کی خوش حالی اور فارغ البالی
کا یہ حال تھا کہ ایک موقع پر جب کہ شاہ جہاں مع خدم و حشم ایک دریا
سے عبور کر رہا تھا۔ رعایا میں سے کسی نے یہ آواز بلند کہا کہ اِس بابرکت زمانے
میں جملہ نیکیاں موجود ہیں۔ بادشاہ عادل۔ وزیر اعظم محمد بس۔ اہلکار

متدین۔ خلق اللہ مرفہ حال۔ پس اِن عطیاتِ ایزدی کا شکریہ بادشاہ پر واجب ہے۔ اِس آواز کو سن کے بادشاہ نے سواری کو روک لیا۔ اور بندگانِ خاص کو بُلا کے فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور خلوصِ دل سے بارگاہِ ایزدی میں شکریہ ادا کرکے اُس شخص کو خلعت عطا فرمایا۔ سعد اللہ خاں نے عرض کی کہ "مصالح بقدر خواہش و خواہش بقدر جوہر پاک بہم مے رسد" یعنے نیکیوں کی جس قدر خواہش کی جائے بہم پہنچتی ہیں اور نیکیوں کی خواہش اُسی قدر زیادہ ہوتی ہے جس قدر انسان کا اصل مادہ پاک ہوتا ہے۔ پس اگر آدمی کی اصل میں بھلائی کا مادہ زیادہ ہے تو نیکیوں کی خواہش بھی بہت ہوگی اور اگر کم ہے تو کم +

## سعد اللہ خاں کی وزارت کا ایک

## جدید قاعدہ

سعد اللہ خاں کی وزارت سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ کروڑیوں کو[1] حق التحصیل فی صدی ۵ روپے سو روپے میں سے مجرا دیا جاتا تھا یعنے جب کروڑی

---

[1] کروڑی کو اُس زمانے کی اصطلاح میں تحصیلدار سمجھنا چاہئے۔ ایک کروڑ دام کی تحصیل پر ایک کروڑی مقرر ہوتا تھا ۵ روپے فی صدی حق التحصیل کے حساب سے کروڑی کی سالانہ تنخواہ ساڑھے بارہ ہزار روپے ہوتے تھے۔ روپے کے ۴۰ دام ہوتے ہیں۔

سو روپیہ تحصیل کرے تو ۹۵ روپے خزانہ شاہی میں داخل کرے اور ۵ روپے بطور حق التحصیل خود لے لے۔ سعداللہ خاں نے کفایت سرکار کے خیال سے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ کروڑی جب ایک سو پانچ روپے تحصیل کرے تو پانچ روپے حق التحصیل کا مستحق ہے اگرچہ یہ ایک معمولی ترمیم تھی اور اس سے کروڑیوں کی تنخواہ میں کچھ زیادہ کمی نہ ہوتی تھی لیکن چونکہ اس میں غریب کروڑی کا کچھ نہ کچھ نقصان تو تھا ہی بدیں وجہ سعداللہ خاں عمر بھر نادم و خجل رہے اور ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اس دن میرا ہاتھ خشک ہو جاتا اور میں قلم ہاتھ میں نہ لے سکتا تو اچھا ہوتا۔

## سعداللہ خاں کا انصاف

عہد اکبری میں راجہ ٹوڈرمل نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ عامل اور کروڑیوں کی سو سے کم فاضل رقم حساب میں مجرا نہ دی جائے اور سو سے زیادہ فاضل مجرا ہو شاہ جہاں کے عہد میں دیوان اور متصدیوں نے عاملوں کی فاضلات رقم مجرا دینے میں طرح طرح کی دقتیں عائد کر رکھی تھیں۔ جب فرد محاسبہ سعداللہ خاں کے روبرو پیش ہوئی تو انہوں نے اس پر یہ پُر معنے حکم تحریر فرمایا "اے مستوفی مثل ہندی مشہور است۔ "لینا لینا دینا دینا" ہرگاہ ضابطۂ سرکار چناں قرار یافتہ باشد کہ از صد بالا فاضل مجرا است چرا بہ بدعت و دعاے بد عاقبتی براے خود و مار اضی مے شوی"۔ یعنے اے مستوفی یہ ہندی مثل مشہور ہے کہ لینا لینا دینا دینا جب

قاعدۂ سرکار یہ مقرر ہے کہ سو سے زیادہ فاضل مجرا ہو تو کس واسطے اس بدعت اور ہمارے اور اپنے لئے وبالِ بدعاقبتی پر راضی ہوتے ہو۔

معافی بقایائے مالگذاری

محالات خالصہ شاہی کی بقایائے مال گذاری کی فہرست جب سعداللہ خاں کے سامنے پیش ہوئی تو اُنھوں نے اُس پر یہ حکم صادر فرمایا کہ اِس منارۂ برف کو آفتاب کے سامنے رکھو اور بعد گرمی کے جو باقی رہے اُس کے بازیافت کی کوشش کرو۔ یعنے جو لوگ بوجہ عدمِ استطاعت طاقتِ اداے بقایائے مال گزاری نہیں رکھتے اُنہیں بعدِ تحقیقات معاف کردو اور باقیوں سے وصول کرنے کی کوشش کرو۔

امداد قحطِ پنجاب

۱۰۵۵ھ میں بارش کی کمی سے پنجاب میں قحط پڑ گیا۔ دربارِ شاہ جہانی سے حکم ہوا کہ پنجاب کے مختلف مقامات میں دس لنگرخانے جاری ہوں اور ہر ایک سے دو سو روپے روزانہ کی خوراک مسلمانوں کو پکی پکائی اور ہندوؤں کو بذریعہ جنس خام تقسیم ہوا کرے اور پچاس ہزار روپیہ اُن سفید پوش اور ضعیفوں میں تقسیم کیا جائے جو لنگرخانوں میں نہیں جاسکتے۔

۱۰۶۱ھ میں بوجہ امساکِ باراں صوبۂ پنجاب میں غلہ بھر گراں ہو گیا اوّل پانی نہیں برسا اور تمام خریف خشک ہو گئی اُس کے

بعد اس شدت سے مینہ برسا کہ چار پانچ مہینے تک تار بندھ گیا اور تخم ریزی ربیع کی نوبت نہ آئی اور جو ہوئی بھی تو بہ گئی جمنے نہ پائی۔ شاہ جہاں اس زمانے میں سیر کے لئے لاہور سے کشمیر جا رہا تھا رعایا کی اس پریشانی کو دیکھ کے رعایا اور مال گذاروں کے معاملات فیصل کرنے کے لئے۔ سعد اللہ خاں کو پنجاب میں چھوڑا۔ انہوں نے دورہ کرکے سب معاملات کو نہایت عدل و انصاف سے طے کیا اور کشمیر میں شاہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

انفصال مقدماتِ کشمیر

اتفاق سے بارش کا جو حال پنجاب میں تھا وہی کشمیر میں ہوا تمام گلزاروں اور سبزہ زاروں سے رونق اصلی جاتی رہی بادشاہ کو بھی وہاں کی سیر پسند نہ آئی اور فرمایا کہ دہلی اور لاہور کے خوش نما باغات اور باصفا مکانات چھوڑ کے حظِ نفس کے واسطے اس مسافت بعیدہ کو طے کرنا اور خلقِ خدا کی ایذا اور پریشانی سے خبر نہ ہونا طریقۂ یزداں پرستی سے دور ہے۔ پس دو ہی مہینے بعد وہاں سے کوچ کر دیا اور ملکی و مالی مقدمات کے انفصال کے لئے سعد اللہ خاں کو کشمیر ہی میں چھوڑا۔ نواب صاحب نے بہت جلدی جملہ مقدمات کو باحسن وجوہ فیصل کر دیا کہ رعایا بہت خوش ہوئی اور خود لاہور میں بادشاہ سے آن ملے۔

سعد اللہ خاں کی خوش انتظامی اپنی جاگیر میں

جو محالات خاص سعد اللہ خاں کی جاگیر میں تھے اُن کا انتظام بھی براہِ

ریاست سعد اللہ خاں کے ہی ہاتھ میں تھا اس لئے اُس کے اور اُس کے دیوان عبد النبی خاںؒ کی خوش تدبیری اور رعایا پروری سے وہ سرسبزی وشادابی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ شاہنشاہ عالمگیر نے ایک رقعہ میں لکھا ہے کہ ایک دن اعلےٰ حضرت (شاہجہاں) کے روبرو ذکر ہوا کہ سعد اللہ خاں کے گھر کی رونق اور اُن کی کثرتِ مال اور اُن کے محالات کی آبادی اسکے دیوان عبد النبی خاں کی خوش انتظامی اور رعایا پروری کے باعث سے ہے۔ اور سعد اللہ خاں ہمہ تن کارِ سرکاری میں مصروف رہتے ہیں۔ ایک دفعہ شاہ جہاں نے کنایتہً سعد اللہ خاں سے فرمایا کہ ہم نے سُنا ہے کہ تمہارے پاس سنگ پارس ہے اُسے ہماری نظر کرو۔ سعد اللہ خاں نے عرض کی کہ سنگِ پارس نے میرے پاس آکے عبد النبی خاں کی صورت اختیار کر لی ہے

---

ف سعد اللہ خاں کی وفات کے بعد شاہ جہاں نے عبد النبی خاں کو ملازمت شاہی میں رکھ کے منصب ہزاری چہار صد سوار مقرر فرمایا۔ عالمگیر کے عہد میں منصب دو ہزاری ایک ہزار سوار ہو گیا پہلے فوجدار فتحپور بعدہٗ فوجدار متھرا رہے۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۰۷۹ھ کو موضع بنرہ کے مفسدوں کی گوشمالی کو گئے تھے کہ بندوق کی گولی سے وارآخرت کو سدھارے۔ متھرا کی جامع مسجد انہیں کی عمارت ہے۔ اگرچہ صرف دو ہزاری منصب رکھتے تھے مگر بڑے ہر دل عزیز اور رعایا پرور تھے لیکن یہ اُن کی خوش انتظامی ہی کا نتیجہ ہے کہ وفات کے بعد ۹۳ ہزار اشرفیاں ۱۷ لاکھ روپے اور ساڑھے چار لاکھ کا اور مال اسباب چھوڑا۔

شاہ جہاں نے الحمد للہ کہہ کے فرمایا کہ سعد اللہ خاں ہم نہیں بھی ہنگ پارس ہی جانتے ہیں اور عبدالنبی خاں کو تمہارے ہی پاس چھوڑتے ہیں۔

شاہ جہاں کے بڑے بیٹے اور ولی عہد دارا شکوہ کو سعد اللہ خاں کی عزت و اقتدار سے سخت رنج و حسد تھا جس کی وجہ کسی دوسرے مقام پر ہم بیان کریں گے پس دارا شکوہ نے سعد اللہ خاں کے محالات کی سرسبزی و شادابی دیکھ کر شاہ جہاں سے شکایت کی کہ آپ کے وزیر نے ویران اور کم محاصل پرگنات تو چن چن کے مجھے دے دئے ہیں اور عمدہ و سرسبز و شاداب پرگنات اپنے حصے میں لگا لئے ہیں۔ شاہ جہاں نے تو یہ شکایت سنی ہی نہیں بیٹے کی طرف سے چیں بہ جبیں ہو کے منہ پھیر لیا۔ مگر جب اِس بات کی خبر سعد اللہ خاں کو ہوئی تو فوراً دارا شکوہ کے وکیل کو طلب کر کے اپنی جاگیر اُس کے سپرد کر دی اور شاہزادے کی جاگیر خود لے لی دو برس بھی نہیں گذرنے پائے تھے کہ وہ سرسبز و شاداب پرگنے جو دارا شکوہ کو دئے گئے تھے۔ اُس کے عمال کے ظلم و ستم سے ویران ہو گئے اور سعد اللہ خاں کی خوش انتظامی اور رعایا پروری سے ویران پرگنے جو اُس نے دارا شکوہ سے لے لئے تھے سرسبز و شاداب ہو گئے۔

## دہلی کی جامع مسجد

شاہجہان آباد (دہلی) کی عالیشان اور خوشنما جامع مسجد جس کی

باقاعدہ تعمیر اور عمارت کی تعریف و توصیف میں بڑے بڑے یوروپین انجینئر اور مبصرین فن عمارت متفق اللفظ ہیں۔ سعد اللہ خاں اور خلیل اللہ خاں کے انتظام اور اہتمام میں تعمیر ہوئی ہے۔ ۱۰ شوال ۱۰۶۰ھ کو سعد اللہ خاں نے اس کی بنیاد رکھی اور چھ برس کے عرصے میں دس لاکھ روپے کے صرف میں یہ عالی شان مسجد تیار ہو گئی۔

شاہ جہان کے مبارک عہد میں جس کثرت سے مسجدیں اور دیگر خوش نما عمارتیں تعمیر ہوئی ہیں اس کی نظیر کسی دوسرے عہد میں نہیں ملتی۔ اور چونکہ شاہ جہاں کا کوئی کام سعد اللہ خاں کے صلاح و مشورے سے ہرگز خالی نہیں ہوتا تھا اس وجہ سے قیاس کیا جاتا ہے کہ خان صاحب کو فن عمارت سے بھی ایک خاص دلچسپی اور اس میں کامل مہارت اور واقفیت حاصل تھی۔

## سعد اللہ خاں کی فوجی خدمات

باوجود اس کے کہ شاہ جہاں نے سعد اللہ خاں کو جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں تمام ایام وزارت میں چار پانچ مرتبے سے زیادہ اپنے پاس سے جدا نہیں کیا کہ جس کی وجہ سے میدان جنگ میں ان کو اپنے جوہر شجاعت دکھانے کا بہت کم موقع ملا مگر اس پر بھی جس قدر موقع ملا۔ انہوں نے فوجی خدمات کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے کر بڑے

بڑے بڑے تجربہ کار سپہ سالاروں سے صاحب السیف کا خطاب بھی حاصل کیا۔

## مہم بلخ ۱۰۵۵ھ

سلاطین چغتائیہ کو اکبر کے عہد سے اپنے ملک موروثی یعنی بلخ و بدخشاں و سمرقند کے فتح کرنے کی تمنا چلی آتی تھی۔ ۱۰۵۵ھ میں شاہ جہاں نے بھی نہایت دھوم دھام سے شاہزادہ مراد بخش کو بلخ و بدخشاں کی مہم پر روانہ کیا بہت سی لڑائیوں اور کشت و خون کے بعد بلخ و بدخشاں فتح ہوا اور ۳ جمادی الثانی ۱۰۵۶ھ کو شاہ جہانی لشکر بلخ میں داخل ہوا ہنوز پورے طور سے ممالک مفتوحہ کا انتظام نہ ہونے پایا تھا کہ شاہزادہ مراد بخش کی عیش پسند طبیعت کو اس ملک کی آب و ہوا پسند نہ آئی۔ اور وہاں کے قیام سے دل برداشتہ ہو کر شاہ جہاں کو عرضی بھیجی کہ بندے کو حضور میں طلب فرما کے کسی دوسرے سردار کو میری جگہ مقرر فرمایا جائے۔ اس عرضداشت سے شاہ جہاں کو ملال پیدا ہوا اور فرمان ارسال کیا کہ ہمے

---

لہ فتح بلخ کی خوش خبری سن کے شاہ جہاں نے نہایت دھوم دھام سے آٹھ دن تک جشن منایا نصیرائے شیرازی نے فتح کی یہ تاریخ بطور تعمیہ کہہ کے پیش کی ۔

والیٔ توراں بہ تارک توراں وانگہے ثانیٔ صاحبقراں بخشاں بجائش کن حساب

۴۷ ۹۰ ۱۰۱۳ ۹۰ – ۴۷ = ۴۳ + ۱۰۱۳ = ۱۰۵۶ھ

ارادہ کر لیا تھا کہ بعد فتح ملک بلخ و بدخشاں تمہیں عطا فرمائیں گے اب خدا کے فضل و کرم سے ہماری خاندانی آرزو بر آئی ہے لیکن پھر بھی اب تک پورے طور سے ملک پر تسلط نہیں ہوا نہ کچھ انتظام ممالک مفتوحہ کا ہونے پایا ہے لہذا اصلاح دولت اسی میں ہے کہ کچھ دنوں تک عیش و عشرت کے ساتھ وہیں فرماں روائی کرو۔ باوجود اس فرمان عنایت آمیز کے شاہزادہ وہاں کے قیام پر راضی نہ ہوا اور مکرر استعفاء روانہ کیا اور قبل صدورِ حکم بلخ سے پیش خیمہ باہر نکالنے کا حکم دے دیا۔ بادشاہ کو اس سے سخت ملال ہوا شاہزادے کے منصب و جاگیر کی ضبطی کا حکم صادر کر کے یہ فکر کرنے لگا کہ اس نازک حالت میں کسی ایسے امیر کو بلخ کی طرف روانہ کروں کہ جس کی گفتار و کردار کا سب کو اعتبار ہو۔ جہاں تک دیکھا اور کوئی امیر اس قابل نظر نہ آیا پس طوعاً و کرہاً سعد اللہ خاں ہی سے کہنا پڑا کہ جس قدر جلد ممکن ہو بلخ پہنچ کر جملہ انتظامات مالی و ملکی انجام دو اور جہاں تک ہو سکے جلدی ہی چلے آؤ۔ اور اگر ہو سکے تو شاہزادہ مراد بخش کو بھی سمجھا بجھا کے واپسی کے ارادے سے باز رکھنا۔ سعد اللہ خاں حسب الحکم بہ طریق یلغار (گھوڑوں کی ڈاک بٹھا کے) پندرہ دن میں بلخ پہنچا اور شاہزادے کو بہت سمجھایا مگر وہ کب مانتا تھا اس لئے سب اُمراء کو مراد بخش کے پاس جانے کی ممانعت کر دی اور جملہ قلعوں اور تھانوں میں امرائے متعین کر کے بہادر خاں اور اصالت خاں کو صوبہ دار و سپہ سالار بلخ اور قلیچ خاں کو صوبہ دار بدخشاں مقرر کیا اور جملہ انتظامات مالی و ملکی

کو ۲۲ دن میں بخوش اسلوبی تمام انجام دے کے واپس آگیا۔ اِس خدمت کے صلے میں ایک ہزار سوار کا اضافہ اُس کے منصب میں کیا گیا۔

مہم قندھار

سنہ ۱۰۵۸ھ میں خواص خاں قلعدار قندھار کی عرضداشت بدیں مضمون دربار میں موصول ہوئی کہ ۹۔ ربیع الاول سنہ ۱۰۵۸ھ کو شاہ عباس چہارم فرماں روائے ایران مع بہت سے لشکر کے صفاہاں سے بارادۂ تسخیر قلعۂ قندھار روانہ ہوا ہے۔

شاہجہاں کو جب یہ وحشتناک خبر پہنچی تو سعداللہ خاں کو مع ۱۲۵ اُمرا اور ساٹھ ہزار سوار اور دس ہزار برقنداز کے قندھار کو روانہ کیا اور شاہزادۂ اورنگ زیب کو سپہ سالار لشکر کرکے اُن کے ہمراہ کیا اور اِس لشکر کی روانگی کے بعد خود بھی کابل کو روانہ ہوا۔

رستے کی دشوار گذاری اور برف و سردی کی کثرت اور رسد کی کمیابی کے باعث اِس لشکر کے بہت سے آدمی اور گھوڑے کابل تک پہنچنے میں ضائع ہوگئے وہاں چند روز قیام کرکے یہ لشکر غزنی روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں رسد بالکل نہ ملی بڑے بڑے امیروں کو روپے کا سیر بھر غلہ اور ڈیڑھ سیر گھاس بہ مشکل بہم پہنچتی تھی یہ لشکر ہنوز قندھار نہ پہنچنے پایا تھا کہ خواص خاں نے محصوری سے مجبور ہو کے قلعہ قندھار شاہ عباس کے حوالہ کر دیا سعداللہ خاں نے نہایت دانشمندانہ اور فوجی اصول سے ان دشوار گذار راستوں کو جو کثرت برف و باراں سے نہایت خطرناک

ہو رہے تھے طے کیا اور ۴ رجمادی الاول ۱۰۵۹ھ کو قلعہ قندھار کے
قریب پہنچ کے نہایت بہادری سے مورچہ بندی شروع کر دی اِس
محاصرے میں اگر چہ سعد اللہ خاں نے ایسی بہادری اور بے جگری
دکھائی کہ بڑے بڑے تجربہ کار اور ماہرین فن جنگ اُس کی بہادری
اور جنگی قابلیت کے قائل ہو گئے مگر سچ ہے فتح و شکست خدا کے
قبضۂ قدرت میں ہے وہ کبھی کبھی قلعے کے اکثر برجوں پر قابض
ہو ہو گیا مگر قلعے کی مضبوطی اور محراب خاں قلعدار کی بہادری اور
ہوشیاری اور سب سے زیادہ رسد کی کمیابی کی وجہ سے حسب الحکم
شاہ جہاں اُس کو ناکام واپس ہونا پڑا۔

مہم قندھار دوبارہ

۱۰۶۱ھ میں شاہ جہاں نے شاہزادۂ اورنگ زیب کو دوبارہ
مہم قندھار پر روانہ کیا اور ۱۶ ربیع الاول کو خود بھی کابل روانہ ہوا۔
اُسی دن سعد اللہ خاں کو مع پچاس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے
اور تیس چالیس توپوں اور بہت سے سامان فوجی اور دو کرور روپیہ
نقد کے قندھار بھیجا۔

رسد کی کمیابی اور سابقہ وجوہات کے باعث اگر چہ اِس مرتبہ بھی
یہ مہم ناکام ہوئی مگر سعد اللہ خاں نے اور سب تجربہ کار امراء سے زیادہ
ہمت و مردانگی کا ثبوت دیا۔ خافی خاں نے اُن کی نسبت یوں لکھا
ہے :، بہادران کار طلب از چار طرف در مکانے کہ گولہ رس نبود فرود

آمدند و شروع به دواندن نقب و نسق مورچال نمودند خصوص سعداللہ خاں نسبت بہ ہمہ امیرانِ کارزار دیدہ زیادہ شرط تردد و جلادت و تدبیر بکار بردہ بہ اتفاق راجپوتان تہور نشان بہ گرد آوری مصالح نقب زدن و مورچال دواندن کوشیدہ نشانہ گولہ و تفنگ و سنگ خود را ساختند۔"

## مہم قلعۂ چتوڑ

سنہ ۱۰۶۴ھ میں شاہ جہان کو معلوم ہوا کہ رانا راج سنگھ پسر رانا جگت سنگھ عہدنامے کے خلاف قلعہ چتوڑ کو مستحکم کر رہا ہے۔ یہ سُنکر شاہ جہاں نے سعداللہ خاں کو مع ۳۰ ہزار فوج کے واسطے تادیب رانا اور منہدمی قلعہ و دروازہائے شہر پناہ چتوڑ کے روانہ کیا اور یہی ایک مہم تھی کہ جس کی سپہ سالاری بلا شراکت غیرے سعداللہ خاں کے ہاتھ میں تھی۔ سعداللہ خاں نے رانا کو شکست دے کے چودہ پندرہ دن میں تمام قلعہ منہدم کر دیا اور رانا نے مجبور ہو کر شاہزادہ داراشکوہ کے وسیلے سے اپنی تقاصیر کی معافی شاہ جہاں سے حاصل کی۔

# سعد اللہ خاں کی وفات - مذہب اخلاق و عادات اولاد اور یادگاریں

ہمارے خانصاحب مرحوم و مغفور کو ایک مدت سے درد قولنج تھا۔ ۱۰۶۶ھ میں پھر اُس کا دورہ شروع ہوا شاہ جہاں نے شاہی طبیبوں سے علاج کرایا پے در پے کئی طبیب بدلے گئے اخیر میں حکیم تقرب خاں کا علاج شروع ہوا اِسی اثنا میں ایک دوا کے استعمال سے ایک خاص عارضہ پیدا ہو گیا۔ شاہ جہاں کو اُن کی علالت کا نہایت رنج اور سخت پریشانی تھی اور دن میں کئی کئی دفعہ اُنھیں دیکھنے اُن کے مکان پر جاتا تھا۔ اسی حالت[1] میں ۴۷ برس کی عمر پاکر اور پونے سولہ برس پانچ دن شاہی ملازمت کر کے جس میں دس برس گیارہ مہینے ایک دن مدت وزارت کی تھی ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۶۶ھ و ۷ اپریل ۱۶۵۶ء کو اس سرائے فانی سے کوچ کر کے روضہ جاودانی کو جا بسلیا اور ہندوستان کا یہ سب سے زیادہ نیک نام وزیر سلطنتِ شاہ جہانی کو بے رونق کر گیا۔[2] انا للہ و

---

[1] خافی خاں نے لکھا ہے کہ بعارضہ فالج چار یا پانچ مہینے مبتلا رہ کر انتقال کیا ۱۲

[2] سعد اللہ خاں کی قبر کا اب پتہ نہیں ملتا۔ کسی مستند تاریخ میں دفن و جائے انتقال کا حال نظر سے گذرا۔

## انا الیہ راجعون۔ رباعی

منازاے بتِ چیں کہ چیں ہم منماند | مدارِ جہاں ایں چنیں ہم نماند
نہ ہم ماند اینجا نہ نقش و نگینش | کہ نقشِ نگیں بر نگیں ہم نماند

افسوس صد افسوس شاہ جہاں نے جب رحلت کی خبر سُنی تو فرطِ غم سے ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار رونے لگا اور اُن کے بڑے بیٹے لطف اللہ خاں کو جس کی عمر گیارہ[1] برس کی تھی خلعت تعزیت اور منصب ہفت صدی دو صد سوار اور باقی خورد سال بیٹوں اور دیگر وابستگان کا یومیہ اور یار محمد اُس کے بھانجے کا منصب سہ صدی شصت سوار اور اُس کے لائق دیوان عبد النبی خاں کو منصب ہزاری چہار صد سوار سے مفتخر فرمایا۔ وفات کے بعد جو فرمان بادشاہ نے امیر الامرا علیمردان خاں کے نام بھیجا تھا اس کی نقل کتاب بہارستان سخن محمد صالح کنبوہ سے درج کی جاتی ہے جس سے بادشاہ کے رنج و افسوس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

فرمان عالیشان بنام امیر الامرا علی مردان خاں مشتمل بر کیفیت تاسف و تحریر خاطر فیض مآثر از رحلت دستورِ دانش منش آداب داں سعد اللہ خاں۔

دریں ایام کہ از آثار نظرِ فیض سرمایہ تحسین ابر نو بہار و پیرایہ وہ شاہدانِ انوار و ازہار ہنگامہ سور و سرور روزگار رونق تازہ پذیرفتہ

[1] بقول خافی خاں ۵۱ برس ۱۲

وتازه رویانِ چمن و نورسانِ گلشن سرمایۂ شگفتگی از سر گرفته۔ زمانہ بکامِ
ومقاصد حسب المرام ہوا خواہان بود و عیش و مسرت نوروزی روزی اولیائے
دولت و بہروزی۔ ناگاہ از گزندِ چشم بد روزگار و رنگ آمیزی نیرنگِ
چرخِ کج رفتار قصۂ نا مرضیہ رو نمودہ عیش خاطرِ مقدس را منغص ساخت۔
یعنے بتاریخ بیست و دویم جمادی الثانیہ ۳۰ جلوس ہمایوں مطابق سال
ہزار و شصت و شش ہجری سر دفترِ ارکانِ خلافتِ عظمےٰ۔ سر امدِ عیانِ
دولتِ کبرےٰ۔ واقفِ رموزِ کاردانی۔ محرمِ اسرارِ ظلِ سبحانی۔ صاحبِ عیارِ
دانائی۔ شناسائے گوہر شناسائی۔ مراتِ حسنِ اخلاق و عقیدت۔ آبِ گوہرِ
وفا و حقیقت۔ دستور العمل دیوان آگاہی۔ نظر یافتۂ عنایتِ شاہنشاہی۔
حاوی مراتبِ فروع و اصول سر حلقۂ اربابِ اقبال و قبول۔ رازدارِ دین
و دیانت۔ عنوان صحیفۂ عقل و فطانت۔ مخلصِ حق شناس سپاس گذار
مرید یک رنگ۔ وفا آئینِ جاں نثار۔ وزیرِ عطارد تدبیر ستودہ سیر۔ مشیر
بے نظیرِ نیکو محضر۔ سرافراز عنایات بے پایاں۔ سزاوار مراحم نمایاں۔ علامۂ
زماں۔ وحیدِ دوراں۔ سعد اللہ خاں۔ کہ بہ سلسلہ جنبانی ارادتِ خاص در
حضرت والا رتبت کہ معیار عیار حقیقت است نقد سرہ اخلاصِ خالص و
دانشِ کامل خود را بہ تجربہ ذعیار رسانیدہ و متاع آگہی و ہوشمندی را سنجیدہ
میزان امتحان و اعتبار گردانیدہ بہ انواع احسان و توجہاتِ خاص
اختصاص یافتہ بود۔

بنابر ارادۂ آفریدگار و مشیت قادرِ مختار ازیں دیرِ ویرانہ بنیاد و کہنہ رباطِ بے ثبات

رحلت نمودہ بہ جوارِ رحمتِ ایزدی پیوست و بہ مدارجِ معارجِ کمالِ مرتقی گشتہ۔
بہ حجاب فنا مختفی گشت۔ لاجرم از وقوعِ ایں واقعہ عبرت افزاے چنداں
غبار وحشت و گردِ کدورت بہ صفوت کدہ صفا آمودِ ضمیرِ اطہر راہ یافتہ کہ از
دل بہ زباں نیاید والحق جاے آنمدار و چہ دقائق دوربینی و صواب گزینی
آں شائستۂ مسند وزارت والا ترازاں بود کہ در دفترِ بیان گنجد سالہا باید
کہ از حرکاتِ چرخ دوّار بدیں گونہ صاحب جوہرے تمام عیار کہ استعداد
تربیت خلیفۂ خداداشتہ باشد باز بر روئے کار آید۔ و چناں صاحب فطرتے
تمام خرد از ساحتِ عدم بہ عرصۂ وجود شتابد۔ کاش آں صاحب استعداد
کامل درخورِ فضل و کمالِ خویش بہرۂ از عمرِ طبعی مے یافت و شجرۂ عرش
از کنارِ جوئبارِ روزگار پیش از ظہور ثمرۂ دانش و آگاہ دلی بہ صرصرِ اجل از
پا در نمے آمد تا آں چناں کہ عنایت و رعایت نسبت بحالِ او مرکوزِ خاطرِ اشرف
و مکنونِ ضمیرِ اقدس بود بہ منصۂ ظہور مے رسید و بہ فیضِ تربیت مہر خاصیت
پیشتر ازیں مختص و مباہی گشتہ۔ گو ہر کرامۂ جانِ عزیز درامرے نمایاں
و صدمتے شایاں نثار راہِ ولی نعمتِ خویش نمودہ فایز بہ درجۂ نیک نامی
کہ مایۂ نہایت نیکو سرانجامی است مے گردید۔ چوں از فرمانِ قضا و قدر گریزے
نیست در امثالِ ایں امور طریقۂ رضا و تسلیم مرعی باید داشت و رضا بقضاے
سبحانی کہ از وصمتِ تبدل و صفتِ تغیر منزہ است از امارات توفیق باید
شمرد۔ امید کہ بہ میامنِ رضامندی ما کہ منتج خشنودی حضرت جل و علا است
ابواب مغفرت براں صاحب سعادت مفتوح شود و سایۂ فیض مایۂ ذات اشرف

اقدس ماکہ وسیلۂ انتظام سلسلۂ عالم و ذریعۂ جمعیت بنی آدم است بر مفارقِ عالم و عالمیاں مخلد و مبسوط باد۔ بحرمت النبی و آلہ الامجاد۔

## سعداللہ خاں کا مذہب

سعداللہ خاں کا مذہب سنت و جماعت تھا اور وہ اپنے فرائض مذہبی کو کمال سرگرمی سے ادا کرتے تھے۔ اور ورد و وظائف کے بھی سخت پابند تھے اور اُن سے فارغ ہو کے دیر تک نہایت تضرع و زاری سے بارگاہ ایزدی میں دعا مانگا کرتے تھے ایک دن جب وظیفہ سے فارغ ہو کے دیر تک دعا کی تو ایک گستاخ ہمنشین نے پوچھا کہ خانصاحب اب کونسی آرزو باقی ہے جو اتنی دیر تک دعا کرتے ہو۔ سعداللہ خاں نے جواب دیا کہ "آدم خوب"

## سعداللہ خاں کی بے تعصبی

اگرچہ سعداللہ خاں ایک مذہبی عالم تھے مگر معاملاتِ سلطنت کو کمال بے تعصبی سے انجام دیتے تھے جس کا بہت اچھا ثبوت یہ ہے کہ اُنکا نائب ایک ہندو رگھناتھ نامی تھا جو ابتدا میں معمولی متصدی تھا لیکن اپنی کاردانی اور لیاقت کے باعث سعداللہ خاں کا دایاں ہاتھ بن گیا اور اُنھیں کی تربیت اور اثر صحبت سے مستفید ہو کے رائے رایان راجہ رگھناتھ سعداللہ خانی کے خطاب سے مفتخر ہوا اور سعداللہ خاں کے عہد وزارت میں اُن کا نائب اور اُن کی وفات کے بعد ہی دیوانِ اعلےٰ ہو گیا اور اپنی وفات تک جو ۱۱ ذیقعدہ ۱۰۷۳ھ کو ہوئی اُسی

معزز عہدے پر ممتاز رہا شہنشاہ عالمگیر نے اپنے رقعات میں دو جگہ اس دیوان کی لیاقت کی تعریف کی ہے یہ رگھناتھ سعد اللہ خانی وراجیا نے کہ راتق مہمات دیوانی بودے گفت کہ کار سرکار والا بہ کسے باید فرمود کہ جوہر کاردانی و دماغ معاملہ آرائی واشتہ باشد نہ علیل غرض"

سعد اللہ خاں کی عادات اور اخلاق

خان صاحب خلق و تواضع میں بے نظیر تھے اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے حتی المقدور بھلائی کے ساتھ پیش آتے تھے اور کسی کی برائی یا شکایت اُن کی زبان پر ہرگز نہ آتی تھی۔ خافی خاں نے لکھا ہے کہ خان صاحب میں علاوہ کمالات صوری و معنوی کے ذاتی خوبیاں بھی حد سے زیادہ تھیں۔

بشارت شاہ نام ایک فقیر اور نواب صاحب کا ابتدائی زمانہ میں کہیں ساتھ رہا تھا جب اُس نے نواب صاحب کے عروج کا حال سُنا۔ دہلی پہنچا۔ محافظین درِ دولت نے اندر نہ جانے دیا۔ لاچار ہو کر چاندنی چوک میں جا بیٹھا۔ جب نواب صاحب کی سواری آئی گستاخانہ بولا کہ اب یہ دماغ ہے کہ تو اب نواب اندر نہیں جانے دیتے۔ سعد اللہ خاں نے اُس وقت تو کچھ جواب نہ دیا مگر حویلی میں پہنچ کر اُس کو اندر بُلایا اور نہایت خلاق سے یہ دو شعر اپنے اُس کو سُنائے اور دس ہزار روپے مرحمت کر کے رخصت کیا۔

آدمی زاچشمِ حال نگر | از خیالِ پری دوئی بگذر
ناف آہوئے ختن خون بود | سنگ ہست ابتدائے لعل و گہر

## مسجد چنیوٹ

سعداللہ خاں کی عالی ہمتی کی یادگار میں اُن کے وطن چنیوٹ میں سنگ سرخ کی عالی شان اور خوب صورت مسجد ہنوز موجود ہے۔ جس کے مینار سنگ لرزاں کے ہیں۔ اور اُن کے محلات کی شان و شوکت کے ثبوت میں وہیں ایک فیل خانہ بھی بیان کیا جاتا ہے[1]۔

## سعد آباد

آگرہ اور متھرا کے قریب ایک پُر فضا مقام پر دریائے جمنا کے کنارے سعد اللہ خاں نے اپنے عہد وزارت میں ایک شہر آباد کرکے سعد[2] آباد کے نام سے موسوم کیا تھا۔ کچھ گاؤں پرگنہ کھندولی سے اور دو سو گاؤں پرگنہ جلیسر[3] کے سعد آباد کے متعلق کرکے اُسے صدر مقام بنا دیا۔ اُس وقت سے ۱۸۳۲ء تک سعد آباد ایک ضلع کا صدر مقام رہا جس میں بانٹ۔ نوجھیل۔ مہابن۔ رایا۔ کھنڈولی[4]۔ سکندرہ راؤ۔ فیروز آباد۔ چھاتہ وغیرہ۔

---

[1] دیکھو گورنمنٹ گزیٹیر ضلع جھنگ مرتبہ گورنمنٹ پنجاب۔

[2] دیکھو گورنمنٹ گزیٹیر ممالک مغربی و شمالی و اودھ جلد ۹۔ ضلع متھرا۔

[3] جلیسر آج کل ضلع ایٹہ میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔

[4] کھندولی آج کل بحیثیت ایک موضع کے تحصیل اعتماد پور ضلع آگرہ میں ہے۔ اور پرگنہ کھندولی اب پرگنہ اعتماد پور کے نام سے موسوم ہے۔

کے پرگنے شامل تھے۔ ۱۸۳۲ء میں جب متھرا کا نیا ضلع قائم ہوگیا اُس
وقت سے سعدآباد ایک تحصیل رہ گئی۔ وہاں بھی ایک مسجد سعداللہ خاں
کے نام سے مشہور ہے۔

چوک و بازار اور حویلی سعد اللہ خاں

دہلی اور آگرے میں بھی سعداللہ خاں نے نہایت عالی شان حویلیاں
چوک اور خوشنما بازار تعمیر کرائے تھے۔

لاہور میں سعداللہ خاں کی دو حویلیاں اب تک مشہور ہیں ایک
حویلی پتھروالی کہلاتی ہے اور موچی دروازے کے قریب واقع ہے۔
دوسری حویلی موچی دروازے سے آگے بڑھ کر ہے جو میاں خاں انکے
بیٹے کے نام سے موسوم ہے۔ اس عالیشان حویلی میں اب ایک بڑا
محلہ آباد ہے جو محلہ میاں خاں کی حویلی کہلاتا ہے۔ اس حویلی کا ایک
حصہ رنگ محل کہلاتا تھا اُس میں اب لاہور کا مشن اسکول ہے۔ کتاب
بہار سخن مصنفہ محمد صالح کنبوہ لاہوری میں اِن حویلیوں کی تعریف میں
تین صفحے کا ایک مضمون درج ہے جس کے عنوان پر یہ شعر تحریر ہیں ؎

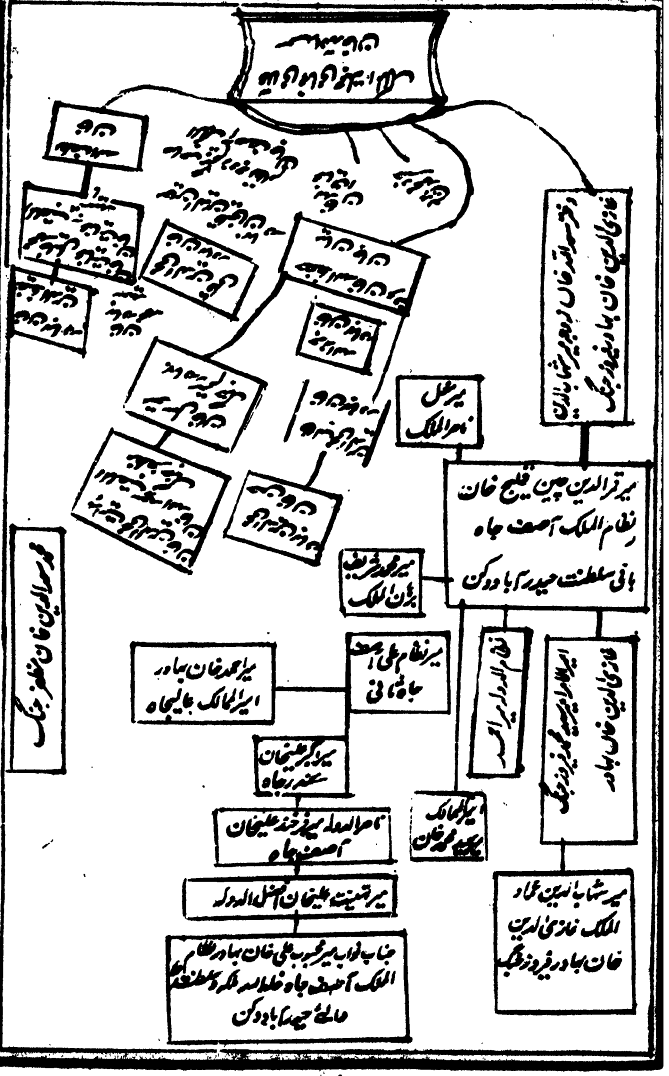
تعالے اللہ ازیں قصرِ ہمایوں — کہ از وصفش بلندی یافت مضموں
نسیمِ فیض مشتاقِ ہوایش — زمینِ شعر حیرانِ فضایش
بہ وصفِ صفہایش طبعِ موزوں — شدہ صورت نگارِ لفظ و مضموں

چو گیرم از ثنایش نسخہ در دست
کند صورت نویسی کلکِ تر دست

## مرحوم کی اولاد

سعداللہ خاں کی اولاد کی بابت خافی خاں نے یوں لکھا ہے کہ "عقلائے جہاں دیدہ پر ظاہر ہے کہ حکام اور ارباب ریاست سے جو ظلم و ستم اور احسان و خیر رعایا پر عائد ہوتا ہے رعایا اسی کے موافق دعا یا بددعا انکی اولاد پر کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ زمانہ قدیم سے اسوقت تک اور روے تاریخ اور راقم اوراق کے باون۵۲ سالہ مشاہدے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی ظالم عاقبت بخیر نہیں ہوتا۔ اور اسکی اولاد رزق اور آبرو کی طرف سے دلی مراد کو نہیں پہنچتی۔ بلکہ دس بیس سال میں ظالم کے خاندان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ برخلاف اس کے سعداللہ خاں کی اولاد ان کی وفات سے اسوقت تک کہ ۷۰ برس ہوئے ہیں (یعنے تالیف منتخب اللباب تک) سب عاقبت محمود اور فراخ روزی اور نیک نامی سے زندگی بسر کرتی رہی اور کرتی ہے خصوصاً اس زمانے میں کہ انسانیت و کمال مروت معدوم الوجود ہو چکی ہے۔"

مختلف تاریخوں سے سعداللہ خاں کی اولاد کا جس قدر پتا چلا اس کو بطور شجرہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔



میر قمرالدین چین قلیچ خان
نظام الملک آصف جاہ
بانی سلطنت حیدرآباد دکن
میر عیل
نصیر الملک
میر محمد شریف
برہان الملک
غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ
نظام الدولہ میر احمد
میر نظام علی آصف
جاہ ثانی
میر احمد خان بہادر
امیر الممالک بالیجاہ
میر اکبر علیخان
سکندر جاہ
ناصر الدولہ میر فرخندہ علیخان
آصف جاہ
میر تہنیت علیخان افضل الدولہ
جناب نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام
الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
مالک حیدرآباد دکن
میر شہاب الدین عماد
الملک غازی الدین
خان بہادر فیروز جنگ
امیر الممالک
محمد خان

مرحوم ومغفور کی اولاد کے اگر مختصر حالات ہی قلمبند کئے جائیں تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہوگی جسے اُن باقیات صالحات کے مفصل بیان دیکھنے کا شوق ہو وہ کتاب مآثر الامرا دیکھے ۔ یہاں ہم نہایت اختصار کے ساتھ اُن کے بیٹوں کا ذکر لکھتے ہیں ۔

لطف اللہ خاں بڑے صاحبزادے جو اپنے والد ماجد کے انتقال کے وقت صرف ۱۱یا ۱۵ برس کے تھے عالمگیر کے عہد میں مختلف اعلے عہدوں پر مامور رہے اور جنگی و ملکی خدمات اچھی طرح انجام دے کے منصب سہ ہزاری دو ہزار پانصد سوار تک پہنچنے پائے تھے کہ عمر نے وفا نہ کی ۱۰ شعبان ۱۱۱۴ھ کو رحلت فرما گئے ۔

حفظ اللہ خاں میاں خاں کے نام سے مشہور اور عہد عالمگیری میں دو ہزاری پانصد سوار کے منصب اور صوبہ داری ٹھٹھہ اور فوجداری سیوستان پر مامور تھے پینتالیسویں سال جلوس عالمگیر میں انتقال کیا[1]

---

[1] میاں خاں کا عالیشان مقبرہ لاہور کے قریب موضع بھوگیوال میں واقع تھا۔ جو شکی وی محل کے نام سے موسوم ہے۔ سکھوں کے عہد میں اس کی بہت سی عمارت گِر گئی۔ نہایت خوبصورت سنگ سیاہ کا تعویذ تھا وہ بھی سکھوں نے اُکھاڑ لیا۔ مسجد اور تسبیح خانہ۔ حوض وغیرہ اب بھی موجود ہیں۔ صاحب تحقیقات چشتی لکھتے ہیں کہ انگریزی عملداری میں یہ مقبرہ معہ باغ کے دو ہزار دو سو پچاس میں نواب علی رضا خاں صاحب قزلباش نے خریدا ہے۔" کیا تعجب ہے کہ سعد اللہ خاں کی قبر اسی مقبرہ میں ہو۔

عنایت اللہ خاں اور خسرو محمد بدیع کے حالات کا کچھ پتا نہیں چلا اس لئے خیال ہوتا ہے کہ انہوں نے خورد سالی میں انتقال فرمایا۔

حضرت سعد اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے پرپوتے سب صاحب علم اور ہر عہد میں مناصب اعلیٰ پر مامور رہے خصوصاً ہدایت محی الدین خاں اوّل جو سعد اللہ خاں کے نام سے مشہور اور پھر مظفر جنگ کے معزز خطاب سے مفتخر ہوئے نہایت بانام و نشان اور عالم و فاضل اور شجاع تھے۔ ہندوستان میں اُنہوں ہی نے پہلے پہل فرانسیسیوں کو اپنی فوج میں نوکر رکھا۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ جب نظام الملک آصف جاہ کے انتقال کے بعد مسند نشین حیدر آباد ہوئے اُس وقت مظفر جنگ نے جو صوبہ دار بیجا پور تھے بوجہ سابقہ کدورت کے انور الدین فوجدار کرناٹک کو جو منجانب نظام الدولہ فوجدار تھا شکست دے کر اُس ملک پر قبضہ کرلیا جب یہ خبر نظام الدولہ ناصر جنگ کو ہوئی تو اُس نے بھی فوج جمع کر کے اُس طرف کوچ کیا فریقین میں ۲۰ ربیع الثانی ۱۱۶۳ھ کو جنگ عظیم واقع ہوئی مظفر جنگ شکست کھا کے دفعۃً قید ہوئے مگر اُنکی شکست یافتہ فوج کے ایک [illegible] خاں نے پھر ہمت کر کے اور فرانسیسیوں کو جو اس جنگ میں مظفر جنگ کے ہمراہ تھے پھر ہمت [illegible] جنگ کے لشکر پر اس زور سے شبخون مارا کہ ناصر جنگ کی فتح یاب فوج بھاگی اور ناصر جنگ [illegible] ۱۱۶۴ھ کو [illegible]

مذکور کے ہاتھ سے مقتول ہوئے اور مظفر جنگ بجائے ناصر جنگ
کے مسند نشین حیدرآباد ہوئے۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی دن
بعد جب کہ مظفر جنگ اپنی والدہ کو لینے بندرگاہ پھلچری کو جارہا
تھا راستے میں فرانسیسیوں اور بہادر خاں کی فوج میں کسی بات
پر آن بن ہوگئی۔ مظفر جنگ نے فرانسیسیوں کا ساتھ دیا مگر
۱۷۔ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ کو ایسا تیر لگا کہ جاں بحق تسلیم کی۔

حضرت سعداللہ خاں صاحب مرحوم و مغفور کی دختری اولاد
میں حیدرآباد دکن کی حکومت ۱۱۳۶ھ سے اس وقت تک برابر
چلی آتی ہے۔ چنانچہ اب نواب میر محبوب علی خاں بہادر نظام الملک
آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ فرماں روائے ریاست ہیں اور
دنیا کی جملہ اسلامی سلطنتوں میں تیسرے یا بعض حیثیت سے چوتھے
درجے کے فرماں روا ہیں۔

## سعداللہ خاں کی وفات سے شاہجہاں کی سلطنت پر کیا اثر پڑا

شاہجہاں کے چار بیٹے دارا شکوہ۔ شجاع۔ اورنگ زیب اور
مراد تھے۔ یہ چاروں صاحب حوصلہ اور ہر ایک اپنے آپ کو سلطنت
کا مستحق سمجھ کے آئندہ بادشاہ ہونے کا امیدوار اور اسی کے

منصوبوں میں سرشار تھا۔ شاہ جہاں کو داراشکوہ سے نہایت ہی محبت تھی۔ اِس محبت اور نیز سب بھائیوں میں بڑے ہونے کے باعث وہ ولیعہد تھا۔ اور شاہ جہاں اُسے اپنے پاس سے جُدا نہ کرتا تھا مگر اُس کے اَور بھائی بھی سلطنت کے اعلےٰ صوبوں پر حکمراں اور صاحب فوج و سپاہ تھے۔

سلاطین چغتائیہ میں جیساکہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں یہ آئین تھا کہ جب تک شاہزادے بذات خاص کسی جنگی مہم پر مامور ہو کے نام نہ حاصل کریں اُن کا منصب مقرر نہ ہوتا تھا صرف اُن کے اخراجات کے واسطے شاہی خزانے سے یومیہ ملا کرتا تھا۔ مگر خلاف آئین سلطنت شاہ جہاں نے بلا انجام کسی جنگی خدمت کے داراشکوہ کا منصب بھی مقرر کر دیا تھا پس وہ بوجہ اعزاز ولیعہدی اور شاہجہاں کے لاڈ پیار کے جملہ انتظامات ملکی کی باگ اپنے ہاتھ میں لینا اور سلطنت کے آئین و قانون کی پابندی سے اپنے آپ کو مطلق العنان رکھنا چاہتا تھا۔

اِدھر سعد اللہ خاں امورات سلطنت اور محاسبات اور آئین و قانون کے سخت پابند تھے اور کسی کارروائی کو جو خلاف آئین ہو پسند نہ کرتے تھے اور بوجہ اپنے اعزاز اور اُس اقتدار کے جو شاہ جہاں پر اُنہیں حاصل تھا داراشکوہ کی مطلق العنانی کے لئے سد سکندری کا کام دیتے تھے۔ اِنہیں وجوہ سے داراشکوہ سعد اللہ خاں

کو اپنی آئندہ کامیابی کے منصوبوں میں مانع تصور کر کے ہمیشہ اس کوشش میں رہتا تھا کہ کسی طرح انہیں کچھ نقصان پہنچائے چونکہ سعد اللہ خاں کا یہ طرز عمل محض نیک نیتی اور شاہ جہاں کی وفاداری اور خیر خواہی پر مبنی تھا اسی وجہ سے داراشکوہ باوجود قرب ولیعہدی اور شاہ جہاں کے لاڈ پیار کے انھیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکا۔[له]

له مشہور و معروف فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر نے جو سعد اللہ خاں کی وفات کے دو ڈیڑھ برس بعد وارد ہند ہوا تھا غالباً عام افواہوں کی بنیاد پر اپنے سفرنامہ میں یوں لکھا ہے "دارا شکوہ سے شاہ جہان کے ناراض ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے خود سر اور مختار بن جانے کے لیے ان دنوں میں علانیہ کوششیں کی تھیں بلکہ اس کو ایسی جرأت ہوگئی تھی جس کے باعث شاہ جہاں کو اس سے سخت نفرت تھی اور اس سے خوف کھانے لگا تھا اور اس کی اس خطا کے معاف کرنے پر مائل نہ تھا یعنے سعد اللہ خاں کو جسے شاہ جہاں تمام ممالک ایشیا میں ایک بڑا ہی لائق وزیر سمجھتا تھا اور جس سے اسقدر محبت رکھتا تھا کہ تمام دربار میں اس کی محبت ضرب المثل تھی مروا ڈالا برنیر کے اس قول کی کہ دارا شکوہ نے سعد اللہ خاں کو مروا ڈالا فارسی مورخین میں سے کسی کی تحریر سے تصدیق نہیں ہوتی بلکہ جملہ مورخ بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ خانصاحب کا انتقال درد قولنج یا فالج سے ہوا العفنسٹن گورنر بمبئی نے بھی برنیر کے اس قول کی طرف کچھ توجہ نہیں کی ہے حالانکہ اس نے اپنی کتاب میں جا بجا سفرنامہ برنیر کے حوالے دئے ہیں۔

شاہ جہاں اور سعد اللہ خاں اور دارا شکوہ کی اِن باہمی حالتوں کا موازنہ ذیل کے واقع سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ ایک مرتبہ دربار شاہجہانی میں بڑے بہاری مل دیوان سرکار دارا شکوہ نے ایک فرد زر باقیتی سرکار عود بہ ذمہ سرکار شاہی تعدادی دس لاکھ روپیہ پیش کر کے دعوے دلاپانے روپے کا کیا۔ بادشاہ نے حسب ضابطہ فرد مذکور کو بغرض دریافت حال سعد اللہ خاں کے سپرد کیا۔ اُنہوں نے اُسے ملاحظہ کر کے اُسی وقت عرض کیا کہ قانون کے مطابق اِس مد کا روپیہ نقد خزانہ شاہی سے نہیں دیا جا سکتا بلکہ بعد میں دیگر مطالبوں کے ساتھ محسوب کیا جائے گا۔ دارا شکوہ کو سعد اللہ خاں کے اِس اعتراض سے بہت غصہ آیا اور دربار کے برخاست ہونے پر سعد اللہ خاں کی نسبت بہت کچھ سخت و سست کہا۔ جب شاہ جہاں کو داروغہ غسلخانہ کے پرچے سے یہ حال معلوم ہوا تو اُسی وقت دارا شکوہ کو ایک رقعہ لکھا اور دلجوئی کے طور پر چند تھان یک رنگ ذروزری محمودی کے اور تین ہزار دینار نقد سعد اللہ خاں کو مرحمت فرمائے وہ رقعہ یہ ہے۔

باصاف دل مجادلہ با خویش دشمنی ست ہر کس کشد بر آئنہ خنجر بخود کشد

دریافت صدق و بطلان خاصہ ابنائے ملوک است۔ بہاری مل کفایت خانۂ شما و سعد اللہ خاں صیانت مال ما مے خواہد۔ ہرگاہ ذیل فرد از دفتر شما درست شدہ بود بایستے تحقیق نمود کہ تنخواہ آں از سعد اللہ خاں ممکن الحصول ست یا نہ۔ طول ساختن بندہ ہائے بادشاہی خصوص سعد اللہ خاں

را بسیار بد است۔ و بہ علت آوردن دل این مردم خوب ہٗ"

اب ہم سعداللہ خاں کی اُس مصلحت کو بیان کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ داراشکوہ کے انتظامِ سلطنت میں زیادہ دخیل ہونے کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اِس عالی دماغ اور بے نظیر مدبر نے اپنی دور بین نگاہ سے تاڑ لیا تھا کہ اموراتِ سلطنت میں داراشکوہ کی مداخلت وہ کام کریگی جو چھوٹی سی چنگاری میگزین میں کرتی ہے کیونکہ اَور شاہزادے جو دور دراز صوبوں میں بیٹھے ہوئے اِس وقت اپنی اپنی کامیابی کے خیالی منصوبے باندھ رہے ہیں اس امر کو گوارا نہ کرینگے اور آمادۂ جنگ ہو کر آپس کے کشت و خون اور شاہجہان کی سلطنت کی تباہی اور لاکھوں بنی نوع انسان کی بربادی کا باعث ہونگے۔

سعداللہ خاں کی وفات کے بعد سے داراشکوہ کا اقتدار بڑھتا گیا۔ اور چند ہی روز میں سلطنت ہند کی انتظامی باگ اُس کے ہاتھ میں آگئی اَور شہزادوں نے اِس امر کو اپنی آئندہ کامیابیوں کے خلاف تصور کر کے در پردہ جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور موقع کا انتظار کرنے لگے بدقسمتی سے اُسی زمانے میں شاہجہاں ایسا بیمار ہوا کہ زیست کی اُمید نہ رہی داراشکوہ نے اِس حالت کو مخفی رکھنا چاہا راستے بند کر دئے مسافروں کو چلنے سے روکا مگر کیا ہو سکتا تھا اِس چھپانے کا اُلٹا نتیجہ ہوا کہ شجاع واورنگ زیب ومراد نے باپ کو مُردہ یا قریب المرگ سمجھ کے فوجی کارروائیاں شروع کر دیں۔ اِس جگہ اِن کمبخت باہمی لڑائیوں اور شرمناک وناگوار کشت وخون کا ذکر کرنے سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور اُن کے بیان کی کچھ ضرورت

بھی نہیں لہذا مختصر طور سے اُن کے عبرت ناک نتیجے کو لکھے دیتے ہیں۔

اگرچہ شاہ جہاں نے جسے اِس عرصے میں بہت کچھ صحت ہو چکی تھی اور اُس کی لائق بیٹی جہاں آرا بیگم نے حتے المقدور کوشش کی کہ اِس باہمی جنگ کی آگ بجھ جائے اور اِس آپس کے نفاق کا مُنہ کالا ہو مگر اُس نے تو ہمیشہ سے مسلمانوں کا پیچھا چھوڑا ہی نہیں مسلمانوں کو باہمی پھیل پھوٹ سے اور باہمی نفاق کو مسلمانوں سے ازلی اور ابدی عشق ہے پھر بھلا بڈّھے شاہ جہاں اور غریب جہاں آرا کے بجھائے یہ آگ کب بجھ سکتی تھی۔ اُس نے آناً فاناً ہری بھری سلطنت کی کھیتی کو جلا بھُنا کے خاک سیاہ کر دیا اور سعداللہ خاں کی وفات سے دو ہی برس کے اندر شاہ جہاں سے ہر دل عزیز اور قابل قدر بادشاہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور بڑا خاتمہ ہوا اِنّا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت شاہ جہاں ۱۷ رمضان ۱۰۶۸ھ کو آگرے کے قلعے میں قید ہوئے اور اُس جگہ کو دیکھ کے اب تک ہم روتے ہیں۔ دارا شکوہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ کو اور مراد ۱۰۷۲ھ میں باہمی نفاق کی قربانی ہو گئے۔ اور شجاع ۶ رمضان ۱۰۷۰ھ کو جہانگیر نگر کی شکست کے بعد ایسے روپوش ہوئے کہ پھر پتا نہ چلا۔

بہ یک گردش چرخ نیلوفری ۔ نہ نادر بجا ماند نے نادری

افسوس صد افسوس جس قوم کو بڑے شد ومد سے کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربك ذو الجلال والاکرام" کی تعلیم دی گئی تھی اُس نے ہمیشہ چند روزہ کی اوج موج اور دو دن کی زندگی کے

لئے وہ وہ کرتب کئے ہیں جنھیں اپنے پاؤں میں آپ کلھاڑی مارنا کہتے ہیں۔ سنتے ہیں کہ بہت سے کشت و خون اور تباہی کے بعد بہر ہندوستان کی سلطنت اورنگ زیب کے ہاتھ میں آئی جو حضرت عالمگیر کے لقب سے تخت نشین ہوئے۔ شاید ایسا ہی ہوا ہو۔ مگر ہماری راے میں تو شاہجہاں کی آنکھوں کے سامنے جمنا میں ڈوب گئی۔

اشک آئے نکل چشمِ حبابِ لبِ جو سے　　رونے کی صدا آتی تھی ماہی کے گلو سے

# سعداللہ خاں کی علمیت اور حکیمانہ اقوال اور طبیعت کی موزونی

سعداللہ خاں کے علم و فضل کی نسبت صرف اِس قدر بیان کر دینا غالبًا کافی ہوگا کہ مسلمانانِ ہند کی چھ سات سو برس کی سلطنت میں یہ تیسرا اور آخری خوش قسمت شخص ہے کہ جس کو علم و فضل کے عالیشان دربار سے علّامی کا معزز خطاب عطا ہوا ہے۔ اس سے پہلے ابوالفضل اکبر کا مشہور وزیر اور ملّا شکر اللہ افضل خاں رچینی کے روضہ آگرہ والے) شاہ جہاں کے پہلے وزیر اِس معزز خطاب سے موصوف ہو چکے تھے۔

جن لوگوں نے ہندوستان کے اِن تینوں صاحبانِ علم و فضل کے حالات کتابوں میں بغور دیکھے ہیں۔ اُن پر پوشیدہ نہیں کہ جو وسائل

کسب علوم کے ابوالفضل اور ملا شکر اللہ کو حاصل تھے وہ سعد اللہ خاں کو ہرگز میسر نہیں ہو سکتے تھے۔ ابوالفضل کے فاضل باپ اور استاد شیخ مبارک کے علم و کمال کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں جو شخص ابوالفضل کے علم و فضل سے واقف ہے وہ شیخ مبارک کا علم و فضل پہلے جانتا ہوگا پس کچھ تعجب کی بات نہیں کہ شیخ مبارک کے بیٹے اور شاگرد نے اپنے آپ کو اس معزز خطاب کا مستحق ثابت کیا اسی طرح ملا شکر اللہ خاص شیراز کے باشندے اور مدت مدید تک دار العلوم شیراز میں باقاعدہ درس و تدریس کرتے رہے اور وہاں سے سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد وارد ہند ہوئے تھے ۔ بخلاف اس کے سعد اللہ خاں نے محض اپنی قوتِ بازو اور ذاتی محنت و کوشش سے علم و فضل حاصل کیا اور اپنے آپ کو اس عالیشان خطاب کا مستحق ثابت کر کے قوم سے یہ معزز خطاب حاصل کیا۔

## تصنیفات

عام طور سے علامی موصوف کی تصنیف و تالیف کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب آزاد نے لکھا ہے کہ انہوں نے سوائے نام کے کوئی تصنیف کا نام نہیں چھوڑا صرف شاہجہاں نامہ میں ایک مراسلہ ان کا لکھا ہوا موجود ہے۔" مجھے اڈیٹر صاحب اخبار وکیل امرتسر کی عنایت سے ان کی حسب ذیل تصانیف کا پتہ ملا

ہے جو امرتسر کے کسی کتب خانے میں موجود ہیں۔

(۱) سعد اللہ خانی جس میں فتاوے عالمگیری کے طریق پر مختلف امور و مسائل متنازعہ فیہ پر محاکمہ کیا ہے۔

(۲) رسالہ تخت طاؤس۔ شاہ جہاں کے مشہور تخت کی ساخت وغیرہ کے مفصل حالات ہیں۔

(۳) تفسیر الحمد شریف۔ جس میں بقول قاضی صمد اللہ صاحب مرحوم تصوف اور فلسفہ کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے۔

(۴) مجموعہ اشعار۔ بالکل شیخ سعدی کے رنگ میں اخلاقی مضامین کا خزانہ سلیس اور شیریں زبان فارسی میں ہے۔

اِن کے علاوہ سعد اللہ خاں نے ایک بادشاہ نامہ شاہ جہانی بھی لکھا تھا جس کا تذکرہ اکثر کتابوں میں ملتا ہے۔

## مقولات سعد اللہ خاں

ایک دن سعد اللہ خاں دربار میں وقت مقررہ سے کچھ دیر میں آئے شاہ جہاں نے دیر کی وجہ دریافت کی تو جواب ملا کہ ایک بیاض میں چند فقرے نصیحت آمیز نظر سے گذرے حضور میں عرض کرنے کے لئے نقل کرتا تھا اِس لئے دیر ہو گئی۔ شاہ جہاں اِن نصیحت آمیز فقرات کو جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں سُنکر بہت محظوظ ہوئے اور سعد اللہ خاں کی پیشانی پر بوسہ دے کے چند تھان محمودی زردوزی یک رنگ کے مرحمت فرمائے۔ وہ فقرات یہ ہیں "قیامِ بنیانِ سلطنت

از عدالت۔ افزائشِ ملک ومال از شجاعت وسخاوت۔ صحبت داشتن با علما وفضلا۔ محترز بودن از قربِ جہلا نشانِ عقل است۔ عامل بودن بر عقائد ومستقل ماندن در عین شدائد۔ مقصر نمودن در امورِ دنیوی از تدبیر۔ راضی وشاکر ماندن بر تقدیر۔ دیر پائی خاندان از ترحم نمودن بر یتیماں۔ ومحتاج نہ شدن خود از کارروائے محتاجاں۔ انصرامِ امورِ ملکی بہ صلاح وصواب دید وزرا۔ مظفر ومنصور بودن با ستمدادِ ہمتِ فقرا۔ تندرست ماندن از نیت ازالۂ دردمنداں۔ امید رحمت داشتن از جنابِ حق بہ عفوِ جرائمِ مجرماں۔

شاہنشاہِ عالمگیر نے ایک نصیحت آمیز رقعے میں یوں لکھا ہے کہ "عجب عجب از معقولاتِ سعد اللہ خان است کہ الف بصورت قلم (ا) و نون بہ شکلِ دوات (ن) دیوان کہ بہ صفاتِ ملکی آراستہ نباشد دیوے ست قلم ودوات پیش نہادہ یا حیوانے یا تصویرے از نقشِ عقل و ہوش سادہ"۔

ایک دن شاہجہاں نے سعد اللہ خاں سے دریافت کیا کہ "اسبابِ خوشنودی خالق وخیریتِ عاقبت چیست" انہوں نے جواب دیا "عدالت وسخاوت"

ایک دن ایک شخص نے کنایۃً سعد اللہ خاں سے کہا کہ زمانے میں متدین اور وفادار آدمی بہت کم ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ زمانہ نیک آدمیوں سے کبھی خالی نہیں رہتا عقلمند کو چاہئے کہ تلاش کرے

اور اس کے ساتھ مشغول ہو کر اپنا کام درست کرے اور اس کی نسبت اہلِ غرض کی شکایت نہ سُنے۔

شاہجہاں ایک مرتبہ دہلی میں نہر بہشت کی سیر کے واسطے جو اُسی زمانے میں تیار ہوئی تھی تشریف لے گئے سعد اللہ خاں اور مُلّا علاؤ الملک تونی (فاضل خاں) ہمراہ تھے اثنائے گفتگو میں سعد اللہ خاں نہر کو نَہَر (بفتح وسط) بولے مُلّا علاؤ الملک نے کہا کہ نَہَر غلط ہے نَہْر (بسکون وسط) بولئے۔ سعد اللہ خاں نے فوراً اپنے کلام کی تائید میں آیۂ کریمہ[1] اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَھَرٍ کو پیش کیا۔ مُلا صاحب جو ہٹ دھرمی پر آگئے تو فرمانے لگے کہ خان صاحب شہادت شعرِ عرب کی مستند ہے۔ سعد اللہ خاں نے اُسی وقت ایک اور جڑی کہ مُلّا صاحب کیا کلامِ الٰہی کی شہادت کو آپ سند نہیں جانتے اُس کی فصاحت شعرِ عرب سے بھی گئی گذری ہو گئی۔ شاہ جہاں سے بھی نہ رہا گیا فرمایا کہ کلام مجید کی فصاحت کا شعرائے عرب نے بھی لوہا مانا ہے یہ سُنکر مُلّا علاؤ الملک بہت شرمندہ ہوئے اور پھر کچھ کہتے نہ بنی۔

## موزونی طبیعت

خرم بیگم والدۂ شاہ سلیمان کے مصاحبوں میں نہانی نام ایک خاتون

---

[1] دوسرے پارے سیقول کے اخیر رکوع میں ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ اللہ اُس نہر سے تمہیں جانچنے والا ہے۔

بڑی صاحب جمال اور اعلےٰ ادب کی تعلیم یافتہ تھی۔ اُس کی لیاقت وقابلیت اور حسن وجمال کا شہرہ سنکر امراے ذی شان اور عقلاے جہاں نے اُس سے شادی کے پیغام دئے تھے۔ اُس خاتونِ فرزانۂ روزگار نے اُن کی روز افزوں درخواستوں سے تنگ آکر اپنی ایک رباعی شہر کے ہر گلی کوچے وبازار میں آویزاں کرادی اور اُس پر یہ لکھ دیا تھا کہ جو کوئی اِس رباعی کا جواب کہہ دیگا میں اُسی سے شادی کرونگی۔

وہو ہذا

ازمرو برہنہ روے زرے طلبم | درخانۂ عنکبوت پرے طلبم
من از دہنِ مار شکرے طلبم | وز لشپۂ مادہ شیر نرے طلبم

شعراے زماں اور عقلاے دوراں اِس رباعی کے جواب سے عاجز رہے۔ اگرچہ سعد اللہ خاں کے عہدِ وزارت سے پہلے نہانی کا انتقال ہو چکا تھا پر یہ رباعی اُس کی اُسی شد ومد سے مشہور چلی آتی تھی۔ جب سعد اللہ خاں کے فضل وکمال کا ڈنکا بجا تو لوگوں نے امتحاناً اسے اُن کے سامنے بھی پیش کیا اُنہوں نے برجستہ یوں فرمایا۔

علم است برہنہ روکہ تحصیلِ زر است | تن خانۂ عنکبوت دل بال وپر است
زہر است جفاے علم ومعنے شکر است | ہر لشپہ ازاں جشید او شیر نر است

انشا پردازی

بادشاہ نامۂ مُلّا عبد الحمید لاہوری میں دو تین خط فارسی سعد اللہ خاں

کے ہیں ان میں سے ایک کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے
ناظرین کو اس بے بدل فاضل کا پایہ فن انشاپردازی میں بخوبی
معلوم ہو جائے گا۔ بادشاہ نامہ اور عمل صالح اور سیر المتاخرین اور
منتخب اللباب وغیرہ تاریخوں سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ سعد اللہ خاں
نے شاہ جہاں کی طرف سے سلطان روم کے نام کئی خطِ عربی میں بھی
لکھے تھے افسوس کہ باوجود تلاش کے وہ عربی خطوط ہمیں نہ ملے۔

خطِ مذکورۂ بالا کے دیکھنے سے پہلے ناظرین کو یہ معلوم کر لینا چاہئے
کہ یہ نامہ کب اور کیوں لکھا گیا۔ اس کے لئے صاحب بادشاہ نامہ تحریر
فرماتے ہیں کہ نویں سال جلوس شاہ جہانی یعنی ۱۰۵۲ھ میں
شاہ صفی بادشاہِ ایران کے مرنے اور اس کے بیٹے شاہ عباس کے
تخت نشین ہونے کی خبر دربار میں پہنچی۔ پس ۱۰ صفر سنہ مذکور
کو جان نثار خاں کو خلعت اور جمدھر مرصع عطا ہوا اور منصب میں
پانصدی ذات دو ہزار پانصد سوار کا اضافہ کیا گیا اور دو گھوڑے مرحمت
ہوئے جن میں ایک عربی طلائی یراق کے ساتھ اور دوسرا خانہ زادِ
سرکار والا زین مطلا کے ساتھ اور ایک ہاتھی ملا۔ اور حکم ہوا کہ سعد اللہ
خاں شاہ صفی کی تعزیت اور شاہِ عباس کی تخت نشینی کی تہنیت
میں مابدولت کی طرف سے تمہیں خط لکھ دیں گے تم اسے لئے ہوئے
ایران چلے جاؤ اور خزانۂ عامرۂ سرکاری سے دو سال کی تنخواہ
اپنی اور اپنے ساتھیوں کی اسی وقت لے لو اور ایک لاکھ روپے کے

مرصّع آلات اور ڈھائی لاکھ روپے کے کپڑے نفیس ہندوستانی ساخت کے اور دیگر اسباب و ساز سامان شاہ عباس کے لئے بطور ارمغاں ساتھ کر دیا۔

## وہ خط یہ ہے:

"ہزاراں ستائش و گوناگون نیایش ذاتے را سزد کہ نہ در کبریائے بیانش او حد را بار۔ و نہ بہ آلائے جزیلہ او عدد را کار۔ نہ احسان جسیمش را رادے۔ نہ افضالِ عمیمش را اصادے۔ و فراواں منّت منعم بے عوض و مفضّل بے غرض را رسد کہ امتیاز بخشید نوعِ انسان را از ہر چہ بافقِ وجود رسیدہ در بدو تکوین و ایجاد۔ باضافۂ نعمتِ ادراک و استعداد۔ پس برگزیدند جمعے را بہ تفاوتِ درجات بروفق استعدادات بہ کرامت فرمودنِ مرتبۂ رسالت و عنایت نمودنِ منزلتِ سفارت برائے بیانِ سبیلِ رشاد و تبیانِ طریقِ سداد عطا فرمود۔ سلاطینِ عدالت آئین و خواقینِ صواب گزین را خلعتِ خلافت و کسوتِ نیابت بجہتہ اجرائے ماموراتِ ناموس اکبر نقل۔ و امضائے مقتضیات قسطاس اعدل عقل۔ و ضبط و ربطِ بلاد۔ و اصلاحِ حالِ عباد۔ و دفع فتنہ و فساد۔ و درودِ نامحدود۔ و سلامِ غیر معدود۔ از حضرتِ معبود۔ بر نقطۂ دائرۂ وجود۔ دائرۂ نقطۂ کرم و جود۔ صاحبِ حوضِ مورود۔ مالکِ مقامِ محمود۔ مخصوص و منفرد از گروہِ قدسی شکوہِ انبیا و رسل برسالۂ کافہ و دعوتِ عامّہ و تقویٰ بہ دلائل متکاثرہ۔ و معجزاتِ متسرّۃ و افرہ۔ و تحلّی بہ فضائلِ علمیہ فائتہ از احصا۔ و علمیہ

خارجیہ از استقصا۔ قافلہ سالارِ رہ نمایاں۔ رہ نماے قافلہ سالاراں۔ مبشرِ منعوت۔ جامع جوامع منعوت۔ موخر مقدم۔ پس آئینۂ پیش قدم۔ و بر آلِ اطہار او کہ مرایاے حقائق معارف۔ و منبع ذوارفِ عوارف۔ و مخزن اسرارِ نبوت۔ و مظہر سرائر ولایت اند۔ و بموجب خطاب مستطاب اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ساحتِ مجدِ ایشاں از دنائت مبرے۔ و از لوثِ دناست معرے است۔ و بر اصحاب ابرار او کہ آبروے دین۔ و سببِ لمعانِ نور یقین۔ و حافظانِ شریعت غرا۔ و ناقلانِ طریقتِ بیضا۔ و رافعانِ قواعدِ اسلام۔ و ہادمانِ اساسِ کفر و ظلام اند۔ خصوصاً خلفاے راشدین مہدئین۔ کہ عناصرِ اربعۂ دینِ حنیف۔ و چار رکنِ ملتِ منیف۔ و فانیان بقاے مطلق راقادہ و قدوہ۔ و مستہلکانِ حق را سادہ و اسوہ اند۔ و ہر کدام بموجبِ نصوصِ محکمۂ قطعیۃ الدلالۃ۔ و احادیثِ صحیحۂ یقینیۃ الافادۃ معنعنۂ متصلہ بہ روایت عدلی از عدلی۔ و حکایتِ ثقہ از ثقہ۔ بسبب اختصاص بہ سجیۂ رضیہ۔ و شیمۂ مرضیہ۔ بمنزلتے منفرد۔ و منقبتے متوحد۔ و بہ قدرے کہ قدر آنرا خداوندانِ قدر دانند۔ ممتاز۔ و بہ فضلے کہ فضلِ آنرا خداوندانِ فضل شناسند سرافراز باد۔ بر آگاہ دل تاں سگال حقیقت پیوند۔ و بہ خردِ حق شناسِ ہوشمند۔ مخفی نیست۔ کہ خالقِ اشباح۔ و بارئ ارواح۔ را جل شانہ و عظم برہانہ۔ در ایقاعِ ہر فعلے دقائق حکم است کہ نظرِ دوربیں را بہ ادراک آں آشنائی نہ۔ و در ابداعِ ہر امرے لطائف

مصالح است۔ کہ گو ہرِ شب چراغ حزورا در درکِ آں روشنائی نہ۔ پیداست کہ علم حادث ما بہ قدیم مجالستے و متناہی ما بہ غیر متناہی مناسبتے نیست۔ پس پیش آمدِ مکروہ بہ تسلیم و رضا اولے۔ و استقبالِ مرغوب بہ شکر و سپاس احرے۔ لہذا در واقع ہائلہ و حادثہ نازلہ رحلتِ خسرو جمجاہ جعل اللہ الجنۃ مثواہ۔ ازیں دارِ بے مدار پر خمار۔ بہ نزہت سرائے بقا و قرار۔ کہ بہ مقتضائے عدمِ استماع مواعظِ بلند و نصائح سودمند۔ مندرجہ درنامۂ مرسل مصحوب صفدر خاں کہ دستے آبِ حیات جاودانی بودہ از چشمہ سارِ راستی و راست گفتاری۔ و غذائے روحانی از شاخسارِ درستی و درست کرداری۔ و خاطرِ حق بین حقیقت گزین رادر افاضۂ آں جز مراعات نسبت پدر فرزندی و محافظتِ قولِ نبیؐ ہادی۔ کہ نص مشحون بہ حکمت الدین النصیحۃ باشد غرض منظور نظر نہ پروازنہ۔ و اتباع اقاویلِ نادانان و نانمائے ہنگامہ جو۔ و سفیہانِ جہل انتمائے بے صرفہ گو۔ کہ ہمت پست ایں ہمنشینانِ بد سرشت گرمے بازار خویشتن است۔ نہ اندیشۂ مآل کار و منفعتِ خویش۔ بہ افراط در ارتکاب آنچہ اجتناب ازاں نتیج آگہی و ہوشیاری در دنیا۔ و ثمرِ فلاح و نجاح در عقبے است۔ و تحرزاداں ہمہ کس را نہ یا لاسیما از طبقہ فرماں روایانِ معدلت اقتضا۔ و صدر نشینانِ اریکہ اعتلا۔ کہ غایۃ وجودِ ایں برگزیدہائے پرمگار۔ و بزرگ کردہائے آفریدگار۔ انتظام سلسلۂ کائنات و محافظت نگاہبانئے مخلوقات است۔ نہ بالذاتِ فانی پیوستن۔

و در مستلذاتِ جسمانی فرورفتن۔ و محتاج بہ نگاہبان گشتن ۔ و وقوع یافتہ۔
بر مقدمۂ مقررہ و بوجب تلقیۂ تقدیراتِ مقدر بے مثال ۔ وعاداتِ حاکم
بے زوال ۔ از تعقیب ہر نوشے بہ نیشے ۔ و ہر بہارے بہ خزانے ۔ و
ہر کمونے بہ دبورے ۔ بہ صبر مستتبع اجر و رضاے مستوجب حسن جزا حوالہ
مے رود ۔ و بنا بر مؤودتِ قدیمہ و خلت مستمرہ کہ در عالمِ اشباح ظل معرفت
ازلیۂ عالم ارواح است ۔ و میانِ خواقینِ خلافت تزئینِ ایں والا
خاندان و سلاطینِ نصفت آئینِ آں عالی دودمانِ نسلاً بعد نسلِ
بہ توارث حب محقق ۔ بمبارکبادِ جلوس میمنت مانوسِ آں فرزندزادہ بعزوعلا
کامگار نامدارِ بلند مقدار بہینِ گوہر درجِ دولت و عظمت ۔ مہین اخترِ برج
شوکت و سلطنت ۔ نقاوۂ اصلاب طیبین ۔ سلالۂ اسلاف طاہرین پرداختہ
مے شود ۔ مہیمنِ متعال و قادرِ ذوالجلال ایں جلوسِ میموں را بر آں صفوۂ
دودمان صفوی ۔ علالۂ خاندان مرتضوی ۔ مبارک و فرخندہ گرداند ۔
و از شناختِ مقدار واداے حقوقِ فریق سپاس گذار ۔ و ترحم و عفو
زلات بہ ارشاد بیانِ عظیم الشان اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ
اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ
و ترکِ تعصبات و اغماضِ عین از مآثم بر حسب اقتضاء حکمت و اعراض و
صفح از جرائم بر طبقِ تقاضاے مصلحت مجملاً ایتمار بہ مامورات بہ ہدایت
اوامر الٰہی ۔ و انزجار از منہیات بہ دلالت کلماتِ نواہی ۔ حظے وافی و نصیبے
کافی کرامت فرماید ۔ و از تقدیم مراسم شبابی ۔ و اقدام بر لوازم پاسبانی ۔

کہ مقصود از سلطنت و فرماں فرمائی۔ و معنے ابہت و کشورکشائی۔ است۔
بہرۂ کامل عنایت کند۔ و چوں بموجب کلامِ بانظامِ بدیع الفاظ حسن المعانی
منطوق سر دفترِ اہلِ بیان۔ اشرف بنی عدنان۔ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ
کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔ روزِ پاداش سوال بعد رکنت شود
و پرسش بہ اندازۂ قدرت رود۔ رستگاری از سخطِ باری در اہلِ بتوفیقِ حق
آں مربوط باید دانست۔ و رسیدن بہ برخورداری بہ اقتضاے مصدوقہ وَ اَمَّا
مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ تمادیِ آں منوط باید شناخت۔
پوشیدہ نماند کہ چوں از کمال وداد و اتحادِ آں ملک و منسوبانِ آں دولت
ما از بودے دانیم و یقین کہ تحقیق ریں سعے از آں جانب بطریقِ اولے
خواہد بود۔ بنابرآں نگارش مے یابد۔ کہ معلوم ہر قاصی و دانی است۔ کہ
التجاے یارِ وفادار علی مردان خاں امیر الامرا بریں درگاہِ آسمان جاہ
اضطراری بودہ نہ اختیاری۔ چہ او نہ بنا بر جمیع احکامِ صادرہ از آں سدۂ
سنیہ از فرستادنِ پسر و غیر آں جز سمع و طاعت و انقیاد و اطاعت امرے
سر بر نزد۔ جاے آں بود کہ بدیدہائے شناسائی و رہنمائی رسائی آفریں
رفتے۔ و تحسین جلوہ دادے۔ چوں برخلاف آں از یافہ درائی و ہرزہ سرائی
و گوناگوں تزویرات و رنگارنگ تسویلات۔ تو دولتانِ حسد سرشت غرض
پرست۔ کہ رواج خود در کسادِ عزت یافتہ و برکشیدہائے قدیم شناسند۔ خاصہ
چنیں کسے کہ جدِ امجد آں قرۃ العین کہ نقاوۂ سلسلۂ صفویہ۔ و دبۂ و خلاصۂ
ایں طبقۂ علیہ بودند۔ و او را بہ بہاے ثانی سے نوشتہ باشند۔ بجاے تحسین

تجلینِ و در مکانِ حسن جزا سگالش پاسا - قرار گرفت - او اضطرابِ گ با مقام
عروة وثقائے ایں عکر صواب کہ ایں سلطنت راز اں دولت ہیچ گونہ جدائی
نیست پناہ بر ایں بارگاہ کہ مامنِ عالمیاں و ملجار جہانیاں است آمدہ
واین امور اسباب ظہور عنایات نمایاں و مراحم بے پایاں دربارۂ مشارالیہ
گشت - اگرچہ چار پسرِ خانِ مومی الیہ از خدمت گزارانِ ایں والا درگاہ
اند - امّا چوں خواہشِ خاطرِ قدسی سرایر - ایں است - کہ حقیقتِ یگانگی
و محبت یمنا بین علومِ جہانیاں گردد - و کالشمس فی رابعة النہار وضوح
یابد - متوقع آن ست کہ ایں معنے بہ رخصت فرزندی کہ دراں آستان
دارد بروے روز افتد - و اہلیت و یگانگی را روز بازار دیگر گردد - و مبانئے
یک جہتی و یک رنگی را استحکام - و قوائم یکتائی و یکتا دلی را انتظام پدید
آید - و جہات و نسبِ سابقہ را تاکیدے و تشئیدے - و موالات و مودت
لاحقہ را تاسیسے و تمہیدے شود - ازانجا کہ خاطر قدسی مظاہر بسبب تحقق
ابوتِ علیا - نسبت باں فرزند زادۂ عالی و سادہ تعلق تمامی بہ اطلاع بر
حالِ خیر مآل دارد - شجاعت نشان جاں نثار خاں را کہ از خانہ زادانِ معتمد
فدوی است - و پیوستہ بہ رجوع خدماتِ اعتما و طلب سر بلند - و اکثر اوقات
شرف اندوزِ حضورِ سراسر نور رخصت آں صواب باصواب فرمودہ شد - کہ
ایں نامہ کہ سر نامۂ حکمت و موعظت و ہدایت و نصیحت - و متضمن مقدماتِ
محبت بار و کلماتِ صداقت آثار است برساند - مترقب این است کہ او بعد
از گذارش آنچہ بہ اداے آں مامور گشتہ مقضے المرام بہ سرعت تشریف

رخصت انصراف بیابد۔ کہ ضمیرِ مہر آئین محبت آگین را شوقِ تامی و اشتیاقِ تامی بہ سوئے آنست کہ بہ زودی ہر چہ زیادہ تر و سرعتے ہر چہ تمام تر کیفیت احوالِ خجستہ مآل و اوضاع و اطوارِ آں برخوردارِ نامدار انکشاف یابد۔ ہر گونہ امرے کہ باعثِ زیادتئ استقرارِ آں کامگارِ بخت یار بر سریرِ سلطنتِ آں دیار باشد بے محابانہ بداں اشارت رود۔ و ہر نوع معاونت لازم نشاۂ دوستی کہ بہ خاطرِ گرامی رسد بے تکلفانہ اظہارِ آں جلوۂ استحسان دہد کہ انشاءاللہ تعالیٰ در انجام آں مساعی مشکورہ چناں پرتوِ ظہور خواہد بخشید۔ کہ معنئ دوستی و حقیقت درستئ دوستی بر جہانیاں واضح گردد۔ و پسِ سلکِ انہائے وقائعِ یومی و منہجِ ارسالِ رسل و رسائل بر سبیلِ تتابع و توالی مسلوک باشد۔ ازہارِ حدائقِ آمال و امانی بہ نسایمِ یزدانی شگفتہ و خنداں باد

## تمت بالخیر

کی بہتری کے لئے نہیں کیا؟ تاریخیں میں مستند تاریخوں کی مدد سے دکھایا گیا ہے کہ ہندوستان کی اسلامی سلطنت کو امور رفاہ عام (پبلک ورکس) میں کس قدر اہتمام تھا اور رعایا کی آسائش کے لئے کتنے مدرسے۔ شفاخانے خیرات خانے۔ پل۔ تالاب۔ باؤلیاں۔ سرائیں۔ سڑک۔ یتیم خانے اور مسافرخانے وغیرہ ملک کے ہر حصے میں کھلے ہوئے تھے۔ مؤلف کی خاص نظرثانی و اضافۂ مضامین کی خصوصیت کے ساتھ یہ کتاب شایع کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲ ار +

## منہاج القواعد

پنجاب میں اردو زبان جس شد و مد سے رواج پا رہی ہے ظاہر ہے۔ کثرت سے اخبار و رسائل اردو میں شائع ہو رہے ہیں۔ بہت سی کتابیں اُردو میں تصنیف ہو چکی اور ہوتی جاتی ہیں مدارس میں اردو کی بہت سی کتابیں داخل درس ہیں لیکن افسوس کہ اس کے قواعد صرف و نحو کی کوئی کتاب موجود نہ تھی اس لئے اہل پنجاب صحیح اُردو بولنے لکھنے سے قاصر تھے۔ اس نقص کو دور کرنے کے لئے مولوی فتح محمد خاں صاحب جالندھری نے منہاج القواعد لکھی۔ اس کی نسبت بالاتفاق مان لیا گیا ہے کہ قواعد میں یہ سب سے بہتر اور مفید کتاب ہے کامل وثوق سے کہا جاتا ہے کہ اہل پنجاب جب تک اس کتاب کو نہ پڑھینگے کبھی صحیح اُردو نہ بول سکینگے۔ تمام شائقین اردو اور طلاب کو اس کا پڑھنا نہایت ضرور ہے۔ قیمت ۱۲ ار +

## تفسیر السموات

بدقسمتی سے جہالت نے اسلام میں جہاں اور توہمات پیدا کئے تھے وہاں ایک یہ خیال بھی عام ہو گیا تھا کہ آسمان سونے چاندی سے بنے ہوئے ہیں اور اس کے متعلق عجیب و غریب قصے تراشے گئے تھے۔ سرسید نے اس میں ان آیتوں کی نہایت شرح و بسط کے ساتھ تفسیر کی ہے جنمیں لفظ سما یا سموات آیا ہے۔ قیمت ۸ ر +

## آثار اکبری

یہ کتاب دارالحکومت فتحپور سیکری اور اُسکے مضافات کی قدیم اور مہتم بالشان اکبر شاہی عمارتوں کی ایک نہایت مفصل تاریخ ہے جس کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے کس شان وشکوہ کی عمارتیں تعمیر کی تھیں۔ اُن کا خاص فن تعمیر کس قدر عجیب و غریب اور حیرتناک تھا۔ جرثقیل کے علم میں وہ کس قدر ماہر تھے رفاہ عام کے مخصوص تعمیرات میں اُن کی کیسی کیسی شاندار یادگاریں تھیں۔ اور اُنہوں نے واٹر ورکس اور ازخود آٹا پیسنے والی کلیں کیسی اہم ایجاد کی تھیں عمارتوں کے ساتھ بانیاں عمارت کے حالات بھی لکھے ہیں۔ کتاب اور شاندار عمارتوں کے نقشے بھی دیدئے ہیں۔ ناظرین اس کے مطالعہ سے اس بیسویں صدی میں اکبر و جہانگیر کے عہد کا تمدن بچشم خود دیکھ سکتے ہیں قدیم عظمت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ عبرت خیز کتاب ہے۔ عما

## حیات خسرو

حضرت امیر خسرو دہلوی کو اہل ایران خسرو شعرا مانتے ہیں وہ فارسی لٹریچر کے مجتہد اور ایک خاص طرز کے موجد تھے کاتبی قزوینی وغیرہ ناموران عجم کو اُن کے اتباع پر ناز ہے۔ ہندی اور سنسکرت میں بھی وہ یگانۂ روزگار تھے اور ہماری زبان (اردو) کی بنیاد اُنہیں سے پڑی ہے۔ اس کتاب (حیات خسرو) میں اُنکے واقعات زندگی پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اُن کے کلام کے ہر صنف کا مکمل نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ نہایت دلچسپ اور دلکش سوانح عمری ہے۔ قیمت ۱۲ر

ہندو رانیاں قیمت ۸ر مسلمانوں کی تہذیب ۸ر مسلمانوں کی ترقی اور اُن کے تنزل کے اسباب ۸ر اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر۔ قیمت ۸ر اشاعت اسلام ۸ر علوم الاسلام۔ عہ